

## اپنے آپ کا جائزہ

”عن ابن سيرين ، قال: إذا أَرَادَ اللهُ تعالى بعد خيرا جعل له واعظا من قلبه يأمره وينهاه.“ (حلیۃ الأولیاء: ۲ / ۲۶۲)

”امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا فرما دیتا ہے جو اسے نیکی کا حکم کرتا ہے اور بدی سے روکتا ہے۔“

## خیر الامم کا اپنا مخصوص طریق اصلاح و تبلیغ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [المائدة: ۱۰۵] ”اے ایمان والو! تم پر اپنے نفسوں کا بچانا فرض ہے۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ چونکہ ہر انسان کو اپنے آپ پر سب سے زیادہ قابو ہے، لہذا خود کو نارہنہم سے بچانا انسان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ یہ عہد کی اپنے معبود کے سامنے بلا کسی دوسرے ذریعے کے سب سے پہلی ذمہ داری ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: ۶] ”اے ایمان والو! اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل و عیال کو نارہنہم سے بچاؤ۔“ یہ عہد کا دوسرا فرض ہے۔ چونکہ اپنے آپ کے بعد ہر انسان کا اپنے اہل و عیال پر سب سے زیادہ بس چلتا ہے، لہذا اپنے آپ کو نارہنہم سے بچانے کے بعد اپنے اہل و عیال کو بچانا فرض ہے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ تمام وہ دوست احباب اور ملازم پیشہ بھی شامل ہیں جن پر انسان کا اثر و رسوخ ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: ((كَلِمَ رَاعٍ وَكَلِمَ مَسْئُولٍ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) ”تم میں سے ہر ایک راجا یا گڈ ریا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔“ اس حدیث کے الفاظ اپنے اہل و عیال کے علاوہ باقی زیر اثر لوگوں، مثلاً: نوکر پیشہ لوگوں کو بھی شامل ہیں۔

یہاں تک کا ضابطہ عمل تو عام ضابطہ عمل ہے جس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تمام نبیوں کی امتیں مامور تھیں۔ اسے داخلی اصلاح کا حصہ سمجھنا چاہیے اور سب امتوں میں یہ حکم عام کی طرح رائج رہا ہے۔ مگر یہ امت اسلامی کی خصوصیت نہیں ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰] ”تم بہترین امت ہو جسے تمام کائنات انسانی کی ہدایت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور یہ مشن تمہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے انجام دینا ہے۔“ یہ امت کی خصوصیت ہے اور یہ ہے وہ خاص وصف، یعنی ساری کائنات انسانی کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے ایک صراطِ مستقیم پر لانا جو امت محمدیہ کا خاصہ ہے۔ یہ چیز بہ طور فرض کے اور کسی امت پر عائد نہیں کی گئی، گو عیسائیت وغیرہ مذاہب نے اپنے لیے عالمی دائرہ بنالیا ہے مگر وہ ہرگز اس پر مامور نہیں ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی ساری تعلیم کا رخ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو پھر سے اپنے باڑے میں لانے تک محدود ہے، جیسا کہ پوری انجیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی بدھ کی تعلیم کا دائرہ برہمن معاشرے یا زیادہ سے زیادہ آریائی معاشرے کی اصلاح تک محدود ہے، جیسا کہ بدھ ازم کا تعارف کرانے والی کتاب ”دھم پدھ“ سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب مہاتما بدھ کے اپنے الفاظ میں ہے اور اس کے آخری باب کا نام ہی ”برہمن“ ہے، یہ بدھ ازم کی ”سورہ فاتحہ“ ہے۔

مگر اسلام تو پیدا ہی اس لیے ہوا کہ وہ تمام کائنات انسانی کو ایک دائرہ اخوت میں لے آئے۔ اسلام کا اصولی مشن یہی عالمگیری ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ﴾ ”ہم نے آپ کو صرف ساری کائنات انسانی کے لیے بھیجا ہے۔“ تمام انبیاء، شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مستثنیٰ ہیں، کی دعوتیں ایک قوم اور ملک کے لیے محدود تھیں۔ اصولاً ان کا دائرہ یہی تھا، ان کی تعلیم کا فائدہ دوسری قوموں کو پہنچانا مقصود نہ تھا۔ مگر تعلیم محمدی کا خطاب ساری کائنات انسانی کو تھا اور ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصِبْ رُءُوسَكَ لِلَّهِ الْيَوْمَ جَمِيعًا﴾ ”اے کائنات انسانی! میں تم سب کی طرف اس خدا کا رسول ہوں جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“

رسول آخر الزماں کی تعلیم میں اپنی قوم، یعنی عرب صرف دوسرے درجے کی چیز ہے۔ ان کی اصلی تعلیم کائنات انسانی کے لیے ہے، عرب کی حیثیت اس میں دوسرا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن کا اعلان ہے اور عرب کو مخاطب کر کے یہ اعلان کیا گیا ہے: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاُ الْكَاذِبِينَ﴾ ”اگر تم (دین حق سے) روگردانی کرو گے تو وہ (اللہ پاک) تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لائے گا جو تمہارے جیسی نہ ہوگی (دین اللہ کو زیادہ مستعدی سے پھیلانے والی ہوگی)۔“ چونکہ امت اپنی انفرادیت کی بقا کے لیے آج بھی مجبور ہے کہ وہ اپنی اور اپنے پیغام کی تجدید کرے۔

(صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمہ اللہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ الْجَاهِدَ وَلَا يَنُوقُنِي

سمایہ دست  
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی  
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

# الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

12 ربیع الاول 1434 ھ جمعۃ المبارک 25 تا 31 جنوری 2013ء

شماره 04 جلد 64

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی 0333-4611619

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد 0344-4656461

## جواہر پارے

اپنے آپ کا جائزہ لیں

## کلمہ طیبہ

خیر الام کا اپنا مخصوص طریق اصلاح و تبلیغ (صوفی نذیر احمد کاشمیری)

## اداریہ

مداوا

2

(حافظ احمد شاہر)

## درسی قرآن

تفسیر سورہ یس..... (۵۷)

4

(مولانا ارشد الحق اثری)

## درسی حدیث

غنیۃ القاری بترجمة ثلاثیات البخاری (۷) (تسمیل: حافظ محمد شرف سعید)

7

## وعظ ونصیحت

سردی اور قیام اللیل

9

(محبوب الرحیم)

## بقدر و نظر

فضائل اُبی حنیفہ و أخبارہ و مناقبہ (۳) (مولانا ارشد الحق اثری)

13

## فتنہ انکار حدیث

مناظرہ برجیت حدیث

19

## تذکار سلف

محدثین کرام کا استغناء

23

(محمد شرف جاوید)

## ردۃ قادیانیت

قتلہ قادیانیت کے خلاف جہاد

27

(عبدالرشید عراقی)

## تبصرہ کتب

مقالات اثریہ

29

نبی ﷺ کی خانگی زندگی۔ فتاویٰ افکار اسلامی (سید انور شاہ راشدی۔ محمد سلیم چنیوٹی)

## شعر و ادب

نغمہ بیداری

(شہاد اثری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پرائیج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 60/- ڈالر امریکی

بیت

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## مداوا

سیاست کے مفاداتی گنبد میں آج کل انتخابات کا غلغلہ بپا ہے، تمام سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے نزدیک وطن کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے لیے جمہوریت ہی ایسا امرت دھارا ہے، جس کے آتے ہی ساری مشکلات ختم، الجھنیں حل اور دلرد دور ہو جائیں گے۔ محترم اور یا مقبول جان کا بیان کردہ جمہوریت کا لغوی معنی ہم گزشتہ شمارے میں قارئین کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں کہ فصل کی کیار یوں سے گھاس پھوس کو دور کرنا ہے، اصطلاحی معنی عوام کی رائے کو اہم جاننا اور اس کے مطابق نتائج حاصل کرنا، علامہ اقبال کے نزدیک اس کا معنی تو لانا..... یعنی معیار..... نہیں گننا..... یعنی شمار کرنا..... ہے۔ ہمارے ہاں کی سیاست کا مراد جو چلن یہ ہے کہ بندوں..... یعنی ووٹوں..... کی کثرت کا لشکارا دے کر مفادات اٹھانا..... بلکہ اٹھنا..... ہے۔

جمہوریہ ہمیشہ اس بات کی شکایت کرتے رہے کہ وطن عزیز میں کبھی کسی جمہوری حکومت کو اپنی مدت پوری کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اس لیے پاکستانی عوام جمہوریت کی برکات و ثمرات سے محروم رہے، موجودہ جمہوری حکومت خوش نصیب ہے کہ اس کو اپوزیشن بھی دوستانہ ملی، عدلیہ نے بھی بڑے انماض، دانائی، برداشت اور وقار سے اس کو مدت پوری کرنے میں مدد دی، عسکری حلقوں نے سیاست سے کنارہ کشی کا فیصلہ کیا اس کا اعلان کر کے محروم اقتدار سیاست دانوں کے غمزوں کے باوجود اپنی حکمت عملی پر ثابت قدم رہے۔ باقی رہا ہماری سیاست کا ”خیال رکھو“ کلچر تو وہ ہمیشہ کی طرح اس جمہوری حکومت کو بھی توانائی پہنچاتا رہا اور خاطر جمع رکھنی چاہیے کہ یہ کلچر دائماً لہلاتا ہی رہے گا۔

اس جمہوریت نے کیا دیا؟ بلکہ کیا کیا دیا؟ اس کا ذکر ہم گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں اجمالاً کر چکے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس جمہوری حکومت نے پاکستانی عوام کو کیا عطا کیا؟ اگر کسی کے علم میں ہو تو اس کی اطلاع پا کر ہمیں خوشی ہوگی۔ ہاں البتہ جمہوری حکومت کے حکمرانوں کو اس نے بہت کچھ دیا۔ اب جو سیاستدان اس جمہوری حکومت کی مدت پوری ہونے پر پھولے نہیں ساتے یہ سمجھنا تو نادانی ہوگی کہ وہ حکمرانوں پر جمہوریت کے عطایا سے ناواقف ہوں اور اگر یہ گمان کر لیا جائے کہ ان کے ذہن میں بھی جمہوری حکومت کے ایسے ہی مفادات و برکات ہوں گی تو اس پر بدگمانی کا طعن بھی ہو سکتا ہے۔ شاید یہ رائے صرف بے ضرر ہو سکتی ہو کہ یہ سب کچھ ”خیال رکھو“ کلچر کی شادابی کے کمالات ہی ہو سکتے ہیں۔

کسی سیاسی تو کجا کسی مذہبی جمع سیاسی جماعت کے کسی سربراہ کی یہ فکر اور سوچ ہمارے دیکھنے میں نہیں آئی کہ وطن عزیز جن معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی آزمائشوں سے دوچار ہے اس کے اسباب کیا ہیں؟ کہا جاتا ہے وطن عزیز ایک نظریاتی مملکت ہے وہ نظریہ نظریہ پاکستان ہے جس کو مطالعہ پاکستان کی پیداوار نئی نسل اسلام کا ہم معنی قرار دیتی ہے۔ نظریہ پاکستان قرار داد پاکستان سے کشید کیا گیا ہے اور قرار داد مقاصد کو مبغوض جمہوریاں جنزل ضیاء الحق ﷺ آئین کا حصہ بنا گئے ہیں بلکہ وہ تو قرآن و سنت کو سپریم لاء کا درجہ بھی دے گئے ہیں۔ گویا کہ اگر یہ کہا جائے کہ نظریہ پاکستان بھی قانون کا حصہ ہے اور قرآن و سنت کا تفوق بھی، تو یہ غلط نہ ہوگا۔ اگر سیاستدانوں کے کہے کہ نظریہ پاکستان اسلام ہی کا ہم معنی ہے کو صحیح مان لیا جائے تو پھر ہمیں اپنی مشکلات و مصائب کا سبب جاننے کے لیے کسی مراقبے یا کشف کی ضرورت نہیں صرف قرآن و حدیث سے راہنمائی کافی ہوگی۔

قرآن و حدیث میں ابتلاؤں، آزمائشوں اور فتنوں کے جن اسباب کا ذکر ملتا ہے ذیل میں اپنے محدود علم کے مطابق ان کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے:

○ شرک (جسے اکبر الکبائر کہا گیا ہے) کی کھلے عام اجازت بلکہ شرک کو عبادت سمجھ کر کیا جانا۔ اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ تعبد و تذلل کی جو کیفیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ کیفیت قبروں اور مزارات پر طاری کرنا بلکہ بعض قبور و مزارات پر جہلاء اپنی جہالت کے باعث تعظیم کے نام پر..... سجدہ تک بھی کر جاتے ہیں جس کی حرمت پر علماء متقدمین متفق ہیں لیکن انتظامیہ اور وہاں کے ذمہ دار علماء ان کو اس حرکت سے نہ روکتے ہیں اور نہ ہی ان کو صحیح مسئلہ بتایا جاتا ہے۔

○ بدعات: کی..... حکومت اور مخصوص طبقہ علماء کی طرف سے..... سرپرستی (بدعت کا لغوی معنی نئی چیز ہے اور ثواب کی نیت سے کوئی ایسا کام کرنا جس کا نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت نہ ملتا ہو۔)

○ کفار سے دوستی اور ان کو رازدار بنانا: قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سے نہ صرف بالصراحت منع فرمایا ہے بلکہ اس کے مضرات اور کفار کی خواہشات سے بھی مطلع فرمایا ہے۔

○ فحش: اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فحش پھیلانے والوں کے لیے عذاب الیم (یعنی دردناک عذاب) کی وعید سنائی ہے۔ دور حاضر کا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اس کے گواہ ہیں (اور موبائل فون کے فوائد بہت کم اور نقصانات بعض صورتوں میں میڈیا سے بھی زیادہ ہولناک نتائج سامنے آتے ہیں۔)

○ سود: حدیث شریف کے مطابق جس کا گناہ کم از کم ماں سے زنا کرنا ہے۔ وطن عزیز میں جاری مالی نظام کے باعث معاشرے کی رگوں میں سودخون کی طرح سرایت کر چکا ہے۔ اس کے دھوئیں سے تو خواہ مخواہ ہر پاکستانی آلودہ ہو رہا ہے۔ جب سے بعض ”حوصلہ مندوں“ نے اس کو اسلامی بنانے کی کتاب الجیل کھولی ہوئی ہے تب سے آزمائشیں زلزلے، سیلاب اور فتنے آندھی کی طرح ہماری طرف لپک رہے ہیں۔

○ خیانت: جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خان کو خیانت سمیت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا اور آج کل جس کا دنیا اور مشہور نام کرپشن ہے اس کے لیے لیل تو کیا دلائل کا انبار ہر چشم بینا دیکھ سکتی ہے۔

○ جھوٹ اور دھوکا: کسی باریکی میں جائے بغیر سیاستدانوں کی کہہ مکر نیاں، جھوٹے وعدے اور جعلی ڈگریاں کافی بڑے شواہد ہیں۔

○ ظلم اور حق تلفی: ہم سب کو گریبان میں منہ ڈال کر اس پر غور کرنا چاہیے کہ ہم اپنے والدین، اولاد، پڑوسی اور عزیز رشتہ داروں کا حق کس قدر ادا کرتے ہیں؟ اور اس کی مثالیں تو ہر محلے، خاندان اور جماعتوں کے نظام میں کڑتی دو پہر کی طرح عیاں اور بے کراں ہیں۔

○ اسراف: قدرت کی عطا کردہ نعمتوں خصوصاً توانائی (بجلی) کا ضیاع، غیر مسلموں کی تقلید میں خوشی کے موقع پر قمقمے جلانا، حیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ اسراف جو تہذیب تک جا پہنچتا ہے اس کو شریعت کا پیوند لگا کر اس پر ثواب کا جھانسا بھی دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا یہ چند اسباب ذہن میں رکھیں اور ذیل میں سورہ نور کی آیت کے ٹکڑے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

”سوالا زم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

یہ آیت پاک کا ہم پاکستانیوں پر ان حالات میں کس قدر تطبیق یعنی ہم پر کس قدر صادق آتی ہے۔

یہ ہمارے وارثان منبر و محراب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا خطاب سننے والوں، احترام کرنے والوں کو مذکورہ بالا اسباب کی طرف متوجہ کریں اور علماء و عملاً ان کی تربیت کریں۔ علمائے کرام کو یہ سب کچھ سیاستدانوں کی طرف نہیں سونپ دینا چاہیے کہ دین تو سیاستدانوں کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں اب تو ووٹوں کے لیے بھی اسلام کے نفاذ کے وعدے کی ضرورت ہی نہیں رہی بلکہ سیاستدان تو اب اسلام کا نام تک لینے کا تکلف بھی نہیں کرتے کیونکہ انھیں اپنے اور عوام کے دکھوں کا مداوا جمہوریت کی شکل میں مل چکا ہے اور وہ اسی کے نشہ میں مدھوش ہیں۔

# تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

ایک سوال کا جواب:

کا اظہار کیا ہوگا جسے کسی نے اشعار کا لبادہ اڑھا دیا ہے۔

(البداية: ۱/ ۹۵، ۹۴)

اسی طرح کہا گیا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کو زبور شعر کی شکل میں دی گئی تھی۔ مگر یہ بھی دوسرے انبیائے کرام کے لیے شاعر ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اولاً: زبور کو معروف معنوں میں شعروں کی کتاب قرار دینا محل نظر ہے، اسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثناء پر مشتمل مسجع کلام کہنا چاہیے۔ یہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا تھا، حضرت داود علیہ السلام کا کلام نہیں تھا۔ مسجع کلام کو سریلی آواز سے پڑھنے والا شاعر نہیں ہوتا بلکہ شعروں پر مشتمل کتاب کو پڑھنے والا بھی شاعر نہیں ہوتا۔ پھر یہ بات بجائے خود ایک حقیقت ہے کہ زبور کی حیثیت تورات کے ضمیمے کی ہے جو مناجاتوں، دعاؤں اور نصیحتوں پر مشتمل تھی۔ اصل الاصول اور شریعت کا درجہ تورات کو ہی حاصل تھا، اس لیے یہی رائے زیادہ صحیح ہے کہ کوئی نبی شاعر نہیں ہوتا۔

پسندیدہ اشعار:

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے شعر و شاعری کی نفی کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ یہ علم اور ذوق شعر و شاعری بالکل ممنوع اور ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں جھوٹ، مبالغہ آمیزی، تنقیب اور عشق و عاشقی پر مبنی اشعار اور جس پر قرآن کی بجائے شعر و شاعری کا ہی غلبہ ہو اُس کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔ (ترمذی، رقم الحديث: ۲۸۵۲)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاعر نہ ہونا رسول اللہ ﷺ کا خاصا ہے یا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ وہ شاعر نہیں تھے۔ اور اس آیت میں انبیائے کرام کے بارے میں عمومی اعتبار سے یہی فیصلہ فرمایا گیا ہے۔

اس بارے میں بعض حضرات تو عموم کے قائل ہیں اور بعض اسے صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصا قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ کا مرتبہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ تھا۔ قرآن مجید آپ ﷺ کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے، اگر آپ ﷺ شاعر ہوتے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ جو خود اتنا اچھا شاعر ہو اس کا اپنی طرف سے ایسا معجزانہ کلام پیش کرنا کچھ بعید نہیں۔ یہ حضرات آپ ﷺ کا خاصا قرار دینے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے ان اشعار کو ذکر کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے فرزند ہابیل کے قتل پر کہے تھے۔

تغیرت البلاد ومن علیہا

فوجه الأرض مغبر قبیح

تغیر کل ذی لون وطعم

وقل بشاشة الوجه الملیح

”شہروں میں اور ان میں بسنے والوں میں تبدیلی آگئی

ہے۔ زمین کا چہرہ بری طرح خاک آلود ہو گیا ہے۔ تمام

رنگ اور ذائقے بدل گئے ہیں۔ اور روشن چہرے پر

بشاشت کم پڑ گئی ہے۔“

مگر علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ ان اشعار کا حضرت آدم علیہ السلام کی طرف انتساب محل نظر ہے۔ انھوں نے اپنی لغت میں حزن و ملال



((إن من الشعر حكمة .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۱۴۵ وغیرہ)  
”کچھ شعر ایسے بھی ہوتے ہیں جو حکمت و دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔“

جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، رسول اللہ کی نعت بہ شرط کہ وہ غلو پر مبنی نہ ہو اور آپ ﷺ کی حمایت اور دفاع میں ہو، اسلام کے محاسن، اسلام کی عظمت اور نصرت، اعمالِ حسنہ اور محاسنِ اخلاق، مسلمانوں کی اصلاح اور خیر خواہی اور حقائق پر مبنی ہوں وہ سب جائز ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر پوچھتے تھے کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے:

((اللهم أیده بروح القدس .))

”اے اللہ! حسان کی روح القدس سے تائید فرما۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، میں نے سنا ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۱۵۲ وغیرہ)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لبید شاعر کا سب سے سچا مصرعہ یہ ہے:

((ألا کل شیء ما خلا اللہ باطل .))

”اللہ کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔“

اور کاش کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہو جاتا۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۸۴۱، ۶۱۴۷ وغیرہ)  
یہ امیہ عیسائی تھا، بعض نے یہودی کہا ہے۔ اس کے اشعار توحید اور قیامت کے بارے میں تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:  
”اس کے شعر مومنانہ ہیں اور دل کافر ہے۔“

مزید دیکھیے فتح الباری (۱۵۳/۷، ۱۵۴)

ایک مرتبہ ایک صحابی نے اسی امیہ کے سو (۱۰۰) اشعار رسول اللہ ﷺ کو سنائے۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی کرتے تھے۔ ترمذی وغیرہ (فتح الباری: ۱۰/۵۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے اور وہ ان کفار کی بجو اور مذمت کرتے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے:

”جب تک یہ میری مدافعت کرتے ہیں روح القدس ان کی

تائید کرتے ہیں۔“ (ترمذی: ۲۸۴۶ وغیرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله

اليوم نضربكم على تنزيله

ضربا يزيل الهام عن مقيله

ويذهل الخليل عن خليه

(ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۴۷ وغیرہ)

”اے کفار کی اولاد! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو۔ آج ہم قرآن پاک کے حکم سے تم پر ضرب لگائیں گے۔ ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے جدا کر دے۔ اور دوست دوست کو بھول جائے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم حرم میں رسول اللہ ﷺ کے آگے یہ شعر پڑھ رہے ہو! آپ ﷺ نے فرمایا:

”عمر! چھوڑو، یہ شعریوں سے زیادہ اثر پذیر ہیں۔“

اس لیے ایسے اشعار ممنوع نہیں بلکہ محمود ہیں۔

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾ یہ قرآن شاعر کا کلام نہیں، نہ اس میں شاعرانہ مبالغہ آرائی اور جھوٹ فریب کا کوئی عنصر ہے بلکہ یہ سراسر نصیحت اور یاد دہانی ہے اور واضح صحیفہ ہدایت ہے جو ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، مجلس مشاعرہ سجانے کے لیے نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ [یوسف: ۱۰۴]

”یہ تو جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔“

اسی لیے اس کی حفاظت کا ذمہ اس کے نازل کرنے والے نے لیا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹]

”بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم

اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔“

قرآن صحیفہ نصیحت بھی ہے اور صحیفہ یاد دہانی بھی۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کے انجام سے خبردار کرتا ہے جس میں نصیحت ہے کہ تم ہمارے رسول کی تکذیب سے بچو، ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔ اور ان واقعات کو یاد رکھو طاق نسیاں میں نہ پھینک دو۔ اس میں قیامت کے حساب و کتاب کی یاد دہانی ہے اور آفاقی و انفسی دلائل توحید کی بھی یاد دہانی ہے۔ اس میں ان امور کی بھی یاد دہانی ہے جنہیں وہ بھول گئے تھے یا جنہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس میں اللہ کے عذاب سے بچنے کی نصیحتیں اور اسباب بھی بیان ہوئے ہیں اور دنیوی زندگی کو سنوارنے اور دنیا کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کی بھی نصیحتیں ہیں۔

جو انسان ان نصیحتوں سے سبق حاصل نہیں کرتا بلکہ شیطان اور اس کے چیلوں کے ہاتھوں کھلونا بنا رہتا ہے، کل قیامت کے روز وہ کفِ افسوس ملے گا اور کہے گا:

﴿يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۚ لَقَدْ أَضَلَّنِي

عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَالشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ

خَذُولًا﴾ [الفرقان: ۲۸، ۲۹]

”ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ

بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا اس

کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ

جانے والا ہے۔“

یہ ﴿قُرْآنٌ مُبِينٌ﴾ ”واضح قرآن“ ہے جس میں دنیا کی زندگی اور آخرت کی صداقتوں کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں بیان ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔ زندگی کے ہر پہلو کے لیے اس میں واضح راہنمائی موجود ہے، جیسے فرمایا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

[النحل: ۸۹]

”اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔“

یہ وضاحت صریح الفاظ میں بھی ہے اور اشارات میں بھی اور عموماً کے اعتبار سے بھی ہے۔ بعض اہم اور بنیادی مسائل جو بہ ظاہر قرآن مجید میں نہیں، مثلاً: نماز کی تعداد رکعات، اوقات کی تعیین، زکاة کا نصاب یا حج کا طریقہ تو ان کی طرف اشارہ حسب ذیل آیت میں فرما دیا گیا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”اور رسول تمہیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دے تو رک جاؤ۔“

قرآن پاک کے اس بیان اور وضاحت کا اشارہ یوں بھی ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

إِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ۴۴]

”اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری تاکہ تو لوگوں کے

لیے کھول کر بیان کر دے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔“

اس لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ تبیین و وضاحت بھی من جانب اللہ ہے جو ”قرآنِ مبین“ کا بیان ہی ہے۔

اس ”ذکر“ میں اہل کتاب کو یاد دہانی ہے جو ان کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارتیں تھیں جنہیں وہ نظر انداز کر چکے اور اس توحید کی یاد دہانی بھی ہے جس کی تلقین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اور ان کی اولاد نے آگے اپنی اولاد کو کی ہے۔ اور ”مبین“ میں مشرکین مکہ اور اہل کتاب دونوں کو بتلایا ہے کہ یہ ”قرآنِ مبین“ اللہ کا نازل کیا ہوا ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے جیسے پہلے رسول بھیجے اور ان پر اپنی کتابیں اور صحائف نازل کیے اسی طرح محمد ﷺ بھی اللہ کے رسول ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔



## غنية القاري

بترجمة

## ثلاثيات البخاري

تأليف: إمام المفسرين ، زبدة المحدثين  
محبي السنة نواب والا جاء صديق الحسن خان

تسبيل: حافظ محمد اشرف سعيد



۱۲۔ بارہویں ثلاثی حدیث:

”ذكره البخاري في ”باب من رأى العدو فنأى بصوته يا صباحاه! حتى يسمع الناس“ من ”كتاب الجهاد“ الذي ذكر في الربع الثاني، هكذا حدثنا المكي بن إبراهيم ثنا يزيد بن أبي عبيد عن سلمة أنه أخبره قال: خرجت من المدينة ذاهبا نحو الغابة حتى إذا كنت بشية الغابة لقيني غلام لعبد الرحمن بن عوف، قلت: ويحك مابك؟ قال: أخذت لقاح النبي ﷺ، قلت: من أخذاها؟ قال: غطفان وفزارة، فصرخت ثلاث صرخات أسمعت ما بين لابتيتها: يا صباحاه، يا صباحاه! ثم اندفعت حتى ألقاهم وقد أخذوها فجعلت أرميهم وأقول: أنا ابن الأكوع، واليوم يوم الرضع، فاستقذنتها منهم قبل أن يشربوا، فأقبلت بها أسوقها فلقيني النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله! إن القوم عطاش وإني أعجلتهم أن يشربوا سقيهم، فابعث في إثرهم، فقال: ((يا ابن الأكوع! إذا ملكك فاسجح، إن القوم يقرون في قومهم.))

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”كتاب الجهاد“ ربع ثانی، ”باب: جو شخص دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے یا صباحاہ! پکارے تاکہ لوگ سن لیں (اور مدد کو آئیں)“ میں بیان کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: حدیث بیان کی ہم کو مکی بن ابراہیم نے، مکی نے کہا: حدیث بیان کی ہم کو یزید بن ابی عبید نے، یزید نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ سے ”غابہ“ کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں ”غابہ“ کی تنگ گلی میں پہنچا تو مجھے عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کا غلام ملا، میں نے کہا: تم پر اللہ کی رحمت ہو، تیرا کیا حال، تو یہاں کیسے؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی دوہیل اونٹنی پکڑ لے گئے ہیں۔ میں نے پوچھا: کون لے گئے ہیں؟ اس نے کہا: قبیلہ غطفان اور فزارة کے لوگ۔ یہ سن کر میں نے تین چیخیں ماریں: یا صباحاہ! یا صباحاہ! تاکہ مدینہ کے دونوں کناروں کے لوگ سن لیں، پھر میں دوڑتا ہوا ان ڈاکوؤں کے پیچھے ہولیا۔ وہ اونٹنی کو پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ میں ان کو تیرا مارتا جاتا اور ساتھ یہ کہتا جاتا: میں سلمہ بن اکوع ہوں، یہ دن کافروں کی ہلاکت کا ہے۔ پس چھڑا لیا میں نے ان سے اونٹنی کو اس سے پہلے کہ وہ اس کا دودھ پیئیں۔ خیر، میں نے وہ اونٹنی ان سے چھین لی اور ہانکتا ہوا لا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ڈاکو پیاسے تھے، میں نے اونٹنی کو چھڑانے میں جلدی کی تاکہ کہیں وہ اس کا دودھ نہ پی لیں۔ آپ ﷺ جلدی ان کے پیچھے فوج بھیجیں (تاکہ وہ ان کو پکڑ لائیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اکوع کے بیٹے! تو ان پر غالب آ گیا ہے، اب جانے دے، وہ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہیں، اب پیچھا کرنے میں کیا فائدہ؟“

فائدہ: امام نووی نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا کہ وہ لوگ اپنی قوم سے جا ملے، اب پیچھا نہ کرو۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ

صدیق میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، نبا اور اذا الشمس نے بوڑھا کر دیا ہے۔ کذا فی الشمائل والحلیۃ الجلیۃ .

حضرت عصام کی کنیت ابواسحاق ہے۔ ۲۱۰ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ اور حریر نے ۱۶۳ھ میں وفات پائی۔ اور عبد اللہ بن بسر کی کنیت ابو صفیان ہے، ان کی وفات ۸۸ھ میں ہوئی۔ یہ آخری ہیں ان اصحاب میں سے جنھوں نے ملک شام میں وفات پائی۔ چودھویں ثلاثی حدیث:

”ذکرہ البخاری فی ”باب غزوة خيبر“ من ”كتاب المغازي“ التي ذكرت في الربع الثالث، هكذا حدثنا المكي بن إبراهيم، قال: حدثنا يزيد بن أبي عبيد قال: رأيت أثر ضربة في ساق سلمة، فقلت: يا أبا مسلم! ما هذه الضربة؟ قال: هذه ضربة أصابتها يوم خيبر، فقال الناس: أصيب سلمة، فأتيت النبي ﷺ فنفت فيه ثلاث نفثات فما اشتكتها حتى الساعة.“

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”كتاب المغازي“ ربع ثالث، ”باب: غزوة خيبر“ میں بیان کیا ہے۔

کہا امام بخاری رحمہ اللہ نے: حدیث بیان کی ہم کو مکی بن ابراہیم نے، مکی نے کہا: حدیث بیان کی ہم کو یزید بن ابی عبید نے، یزید بیان کرتے ہیں: میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں تلوار کی چوٹ کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا: اے ابو مسلم! یہ چوٹ کا نشان کیسا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ چوٹ مجھے خیبر کے دن لگی تھی، لوگ کہنے لگے: بس سلمہ شہید ہو گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے تین بار پھونکا تو اس کے بعد سے آج تک مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔“

فائدہ: یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زخمی اور بیمار پر دعا پڑھ کے پھونکنا، یعنی مریض کو دم کرنا، مستحب ہے۔

”یا صباحا!“ کہنا اور دشمن کو ڈرانے کے لیے کہنا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں، جائز ہے۔

یا صباحا ایک کلمہ ہے کہ جس کے ساتھ فریادی اپنی مدد کے لیے بلاتا ہے تاکہ لوگ اس کی مدد کو پہنچیں۔ اکثر یہ صبح کے وقت ہوتا، لوگ سوئے ہوتے ہیں، دشمن حملہ کر دیتا ہے تو فریاد کرنے والا کہتا ہے: دشمن نے ہمیں آگھیرا ہے، تم ہماری مدد کرو۔

تیرھویں ثلاثی حدیث:

”أخرجه البخاري في ”باب صفة النبي ﷺ“

من ”كتاب المناقب“ المذكور في الربع الثاني، هكذا حدثنا عصام بن خالد حدثنا حريز بن عثمان أنه سأل عبد الله بن بسر صاحب النبي ﷺ قال: رأيت النبي ﷺ كان شيخا قال: في عنفقه شعرات بيض .“

”امام بخاری نے اس حدیث کو ”كتاب المناقب“ ربع ثانی ”باب: نبی اکرم ﷺ کے حلیہ اور اخلاق“ میں بیان کیا ہے۔

کہا امام بخاری رحمہ اللہ نے: حدیث بیان کی ہم کو عصام بن خالد نے، عصام نے کہا: حدیث بیان کی ہم کو حریر بن عثمان نے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن بسر سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے تھے؟ انھوں نے کہا: ان کی داڑھی میں چند سفید بال تھے۔“

فائدہ: ”عنفقه“ وہ بال ہیں جو لب کے نیچے ہوں۔ اور کہا گیا ہے: یہ وہ بال ہیں جو درمیان لب زیریں اور ذقن (ٹھوڑی) کے ہوں اور فارسی میں اس کو ”پچریش“ کہتے ہیں۔ اس حدیث سے مراد داڑھی کے یہی بال ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے داڑھی اور سرمبارک میں بیس بال سفید تھے جب تیل لگاتے تو وہ چھپ جاتے۔ کہا ہے: یہ سفیدی بڑھاپے سے نہ تھی بلکہ قرآنی آیات کے ڈر کی وجہ سے تھی جس طرح روایت ابو بکر

# سردی اور قیام اللیل

موہب الرحیم

جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا  
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ  
لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

[السجدة: ۱۵-۱۷]

”ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستر سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

ابن قیم اپنی بعض تصانیف میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جزاء عمل کی جنس سے ہوتی ہے، اس لیے ان لوگوں نے چونکہ راتوں کو اٹھ کر، جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں، مخلوق سے چھپ کر یہ نیکی کی جس کا علم صرف ان کے رب کو ہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا  
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ

يَسْتَوُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ [الفرقان: ۶۳، ۶۴]

”اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں تہجد کی نماز کی ترغیب کئی طرح سے دلائی ہے۔ رسول اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور مومنین کی صفت بتلائی ہے کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ ۝ قُمْ إِلَى اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوْ  
أَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ  
تَرْتِيلًا ۝ [المزمل: ۱-۴]

”اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر) یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔“

اور فرمایا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ  
رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْصُودًا ۝ [بنی اسرائیل: ۷۹]

”اور رات کے کچھ حصے میں، پھر اس کے ساتھ بیدار رہ اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے، قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔“

ایمان والوں کے بارے میں ارشاد ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ  
هُم مِّنْ يَّسْتَغْفِرُونَ ۝ [الذاریات: ۱۷، ۱۸]

”اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔ اور صبح کو استغفار کرتے تھے۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خُذُوا سُبْحًا وَ  
سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ تَتَجَافَىٰ

اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے دوسری صفات کا تذکرہ کیا ہے:

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ آَنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ  
الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ  
يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ يَتَذَكَّرُ أُولُوا  
الْأَلْبَابِ﴾ [الزمر: ۹]

”کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے: کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلموں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے بھی قیام اللیل کی بہت ترغیب دی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفْشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا  
بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.))

”سلام کو عام کرو، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل.))

”عبداللہ بھلا آدمی ہے، اگر رات کو نماز پڑھنا شروع کر دے تو اور بہتر ہوگا۔“

اس بات کے بعد عبداللہ بن عمر رات کو تھوڑا ہی سوتے تھے۔

(صحیح بخاری)

خود رسول اللہ اتنا قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے قدموں میں ورم پڑ

جاتا۔ جب آپ ﷺ سے اس بارے میں عرض کیا گیا تو فرمایا:

((أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.)) (صحیح بخاری)

”کیا میں بہت شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔“

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس رات کے وقت آئے اور کہنے لگے:

((أَلَا تَصْلِيَانِ؟))

”کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟“

اسی طرح آپ ﷺ نے جب فتنوں کو پھیلنے دیکھا تو فرمانے لگے:

((مَنْ يَوْقُظُ صَوَاحِبَ الْحِجَرَاتِ؟ يَا رَبِّ

كَاسِيَةِ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةِ فِي الْآخِرَةِ.))

(صحیح بخاری)

”پر دے والیوں کو کون بیدار کرے گا؟ کتنی ہی دنیا میں لباس

پہننے والیاں آخرت میں تنگی ہوں گی۔“

ان احادیث سے قیام اللیل کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس

آخری حدیث سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ فتنوں سے بچنے کے لیے تہجد کی

ادائیگی بہترین چیز ہے۔

سردی کا موسم ختم ہوا جا رہا ہے، جتنی راتیں بیت گئیں سو بیت

گئیں، باقی راتوں کو غنیمت جاننا چاہیے۔

قیام اللیل یوں تو روز ہی ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو ہیشگی

والا عمل پسند تھا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ

سے منقول ہے۔ اور پھر بالخصوص اس شخص کے حق میں تو یہ تاکید زیادہ

ہو جاتی ہے جو قرآن کا حافظ ہو۔ آپ ﷺ نے معراج کے واقعے

میں جن لوگوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ان میں ایک وہ شخص تھا جس کا

سر کچلا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ کو بتلایا گیا یہ وہ حافظ ہے جس نے قرآن

حفظ کر کے چھوڑ دیا اور فرض نماز سے غفلت میں رہا۔

یہاں مقصود یہ ہے کہ اگر انسان کوئی نیکی کبھی کبھی کر سکتا ہو تو اس کے

لیے یہ کہہ کر اس نیکی کو چھوڑ دینا قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ”میں ہیشگی نہیں

کر سکتا۔“ کیونکہ نیکی کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔

اس میں کتنی راحت ہوگی!

یاد رکھنا چاہیے کہ لذت شعور کے تابع ہوتی ہے۔ کسی چیز کی محبت جس قدر شعور میں ہوگی اس چیز کو پانے میں لذت بھی اسی قدر ہوگی۔ دل میں جس قدر اللہ کی محبت ہوگی نماز میں اسی کے بقدر لذت حاصل ہوگی۔ اور یہی لذت آخرت میں ملنے والی لذتوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ نیک لوگوں کی راتیں اپنے رب سے مناجات میں گزرتی ہیں۔ الزہد لکچ بن جراح میں ابوالاحوص سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

”إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لِيَطْرُقَ الْفُسْطَاطَ طَرَوْقًا فَيَسْمَعُ لَهُ دَوِيَا كَدَوِي النَّحْلِ .“  
”آدمی خیمے میں رات کو آتا تو مکھی کی بھنبھناہٹ کی سی آوازیں سنتا۔“

عبداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں:

”كَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا هَدَأَتِ الْعَيْنُونَ قَامَ ،  
فَسَمِعَتْ لَهُ دَوِيَا كَدَوِي النَّحْلِ .“

(الزهد لوكيع بن الجراح)

”عبداللہ کا معمول یہ تھا کہ جب لوگ سو جاتے تو پھر قیام شروع کرتے، (جب وہ قیام کرتے) تو مکھی کی بھنبھناہٹ کی سی آوازیں سنائی دینے لگتیں۔“

تمیم داری ساری ساری رات یہ آیت پڑھتے رہتے:

﴿أَمَّ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَعِيَاهُمْ وَمِمَّا تُوْهُمُ﴾ [الجاثية: ۲۱]

”یا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انہوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟“

حارث نخعی کوفہ کی مسجد میں بیٹھ کر اونگھتے اور دعا کرتے رہتے:

”اللهم اشفني من النوم بيسير، اللهم

سردیوں کی راتیں گرمیوں کی راتوں کی نسبت لمبی ہوتی ہیں، دن ٹھنڈا اور چھوٹا ہوتا ہے۔ دن کو روزہ رکھنا آسان ہے اور رات کو تہجد کے لیے کافی وقت میسر ہوتا ہے، اسی لیے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

”الشتاء غنيمۃ للعابدين .“ (رواہ أبو نعیم فی الحلیۃ)

”سردی کا موسم عبادت گزاروں کے لیے غنیمت ہے۔“

مومن اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کرنے والا ہوتا ہے بلکہ یہ معنی عہد کو لازم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۶۵]

”اور جو ایمان لائے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔“

اور یہ معلوم ہی ہے کہ انسان اپنے محبوب سے ملاقات، مناجات ہم کلامی کا انتہائی مشتاق ہوتا ہے اور نماز میں بندہ اپنے رب سے سرگوشی کرنے والا ہوتا ہے، صحیح سند کے ساتھ حدیث ہے:

((أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مَنَاجٍ رَبِّهِ فَلَا يُؤْذِنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا .)) (أبو داود)

”تم میں سے ہر کوئی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے، اس لیے تم آپس میں ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو۔“

جب بندہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ اگر ہمارے دلوں پر شہوتوں کی گردنہ ہو سورہ فاتحہ کی آیات نماز میں پڑھنے سے ہمارے دل مسرت سے بھر جائیں۔ مسند احمد وغیرہ میں منقول ہے کہ آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ سے کہتے:

((يَا بِلَالُ أَرَحْنَا بِالصَّلَاةِ .))

”اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ۔“

اور یہ نماز جس کے لیے رسول اللہ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے، نماز باجماعت ہوتی تھی۔ جب نماز باجماعت انسان کو راحت پہنچاتی ہے تو وہ نماز جو تنہائی میں یکسوئی، دل جمعی، استحضار قلبی سے ہو، دل میں اللہ کے علاوہ کوئی غم و فکر بھی نہ ہو اور دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہو



ارزقنی سہرا فی طاعتک .“ (رواہ ابو بکر بن ابی خیشمہ فی التاریخ الکبیر)  
 ”اللہ! مجھے تھوڑی سی نیند کے ذریعے شفا دے دے اور اپنی اطاعت میں بیداری نصیب فرما۔“  
 منافق کو اس نیکی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اس لیے قتادہ کہتے ہیں:  
 ”کان یقال: ما سہر اللیل منافق قط .“

(الزہد والرفائق لابن المبارک)

”یہ بات کہی جاتی ہے کہ منافق کبھی رات کو نہیں جاگتا۔“

تہجد کے دواعی کافی ہیں، مثلاً: کسی کو دنیاوی حاجت رات کے قیام پر ابھارتی ہے، کسی چیز کی ضرورت کے وقت انسان اللہ کو یاد کرتا ہے اور خالص اللہ کو پکارتا ہے، بعض کو جہنم کا خوف بستر پر نہیں لیٹنے دیتا، جیسا کہ ربیع بن خثیم سے ان کی بیٹی نے پوچھا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ کہنے لگے:

”إنما أبوک یخاف البیات .“ (التہجد للأشبیلی)

”اس لیے کہ تمہارا باپ رات کے عذاب سے ڈرتا ہے۔“

بعض سلف کہتے تھے کہ جہنم نے مومنوں کی نیند کو اڑا دیا ہے اور پھر وہ اٹھتے اور تہجد پڑھتے۔

بعض کو اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کرنے کے لیے اللہ سے توفیق مانگنی ہوتی ہے، اس لیے وہ قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں اور یہ بہت خوبی کی بات ہے۔ اس کی مثال ابن تیمیہ کی وہ رات ہے جس کی صبح آپ نے دجاہلہ بطائمہ کے ساتھ آگ میں کودنے کا چیلنج کیا تھا۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: وہ رات میں نے اس طرح گزاری جس طرح نیک لوگ گزارتے ہیں، یعنی تہجد وغیرہ کی ادائیگی اور پھر اللہ سے دعائیں کرتے ہوئے رات گزاری۔ یہ واقعہ مجموع الفتاویٰ میں مذکور ہے۔

بعض کو کوئی دنیاوی مصیبت پیش آ جاتی ہے جس سے چھٹکارے کے لیے اپنے رب کورات کے وقت یاد کرتے ہیں۔ بعض کو اللہ کا شکر اس کام پر ابھارتا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے بندے کا گڑگڑانا، رونا، عاجزی کا اظہار

کرنا، اپنی حاجت مانگنا، کوتاہی کی نسبت اپنی طرف کرنا اور اللہ کو ہر قسم کے عیوب سے پاک قرار دینا، اپنے آپ کو نعمت کا مستحق نہ سمجھنا اور نعمت کو بڑا سمجھنا، اس بات کا اظہار کرنا کہ ہر قسم کی خوبی اللہ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، الغرض، قیام اللیل اور تہجد پر ابھارنے والا کوئی بھی داعیہ ہو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، خواہ یہ گڑگڑانا کسی دنیاوی ضرورت کے لیے ہی کیوں نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لیسئل أحدکم ربہ حاجتہ حتی شمع نعلہ

إذا انقطع فإن لم ییسرہ لم یتیسر .))

”کوئی اپنے رب سے اپنی حاجت کا سوال کرے حتیٰ کہ

جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو اس کا سوال بھی اللہ سے کرے۔ اگر

اللہ اس کو میسر نہ کرے تو میسر نہیں ہو سکتا۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں قیام اللیل پر تہشگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ابن رجب نے ”لطائف المعارف“ میں عطاء خراسانی سے نقل کیا ہے کہ وہ رات کو اپنے ساتھیوں کے پاس آتے اور آواز دیتے: اے فلاں! فلاں! اے فلاں!

”قوموا توضأوا وصلوا، فقیام هذا اللیل وصیام

هذا النهار أهون من شرب الصدید ومقطعات

الحدید فی النار، الوحا الوحاً! النجا النجا!“

”کھڑے ہو جاؤ، وضو کرو اور نماز پڑھو، رات کا قیام اور دن

کا روزہ پیپ پینے اور آگ میں لوہے کی بیڑیوں سے

جکڑے جانے سے بہتر ہے۔ جلدی کرو جلدی نجات حاصل

کرو نجات!“

یا نائما مستغرقا فی النوم باللیل

قم فاذا ذکر الحی الذی لا ینام

”اے رات کو اپنی نیند میں مستغرق رہنے والے! کھڑا ہو جا

اور اس زندہ کو یاد کر جو سوتا نہیں ہے۔“

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ

وأصحابہ أجمعین .



## فضائل ابي حنیفہ و اخبارہ و مناقبہ

لابن ابي العوام

پرايک نظر

مولانا ارشاد الحق اثری

۱۳

محرم شلوار پہن سکتا ہے؟

ابن ابی العوام نے داود بن محمر سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے سوال ہوا کہ محرم اگر چادر نہ پائے تو شلوار پہن سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: چادر پہنے۔ ان سے عرض کیا گیا کہ چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ امام صاحب نے فرمایا: شلوار فروخت کر کے چادر خرید لے۔ انھیں عرض کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اگر چادر نہ ہو تو شلوار پہن لے۔“ امام صاحب نے کہا: میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کہ آپ ﷺ نے شلوار پہنی ہو اور یہ فتویٰ دیا ہو۔ انھیں کہا گیا: آپ لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: ہر آدمی کی انتہا وہی ہے جو اس نے سنا ہے۔ انھیں کہا گیا کہ آپ نبی ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ آپ ﷺ ہی کی بدولت اللہ نے ہمیں مکرم بنایا ہے۔ آپ ﷺ سے ہمیں ہدایت ملی، آپ ﷺ ہی سے ہمیں نجات ملے گی۔ (فضائل، ص: ۱۸۲، ۱۸۳، رقم: ۳۳۷)

یہی قصہ علامہ ابن عبدالبر نے ”الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء“ (ص: ۲۵۹) میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس کا دارومدار داود بن محمر پر ہے جس کی گویا بعض نے توثیق کی ہے مگر جمہور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک وہ ”متروک“ ہے۔

علامہ کوثری کا روایتی دجل:

”الانتقاء“ کے محقق شیخ ابوعبدہ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلے سے متعلقہ بحث ہمارے شیخ علامہ کوثری کی ”تأنیب“ اور علامہ زبیدی کی ”عقود الجواهر المنیفة“ میں دیکھیے۔ ہم نے ان کے مشورے

پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں کتابوں کی مراجعت کی۔ اولاً: علامہ کوثری نے یہ فرمایا ہے کہ امام صاحب کا اس قصے میں یہ قول: ”میرے نزدیک اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔“ ثابت نہیں کیونکہ داود بن محمر بالاتفاق ”متروک“ ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”غیر ثابت لأن في سند داود بن المحمر

متروك الحديث باتفاق.“ (تأنیب، ص: ۱۳۸)

حالانکہ داود بن محمر کے بارے میں بالاتفاق ”متروک“ ہونے کا دعویٰ ان کی روایتی مبالغہ آمیزی کا نتیجہ ہے۔ اس کے ”متروک“ ہونے پر اتفاق کیسے، جب کہ امام ابن معین نے اسے ”ثقة“ کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا ہے: وہ ”ثقة“ ہے، ”ضعیف“ کے مشابہ ہے۔ مجھے ابن معین کا کلام پہنچا ہے کہ وہ اسے ”ثقة“ کہتے تھے۔ ابن عدی نے بھی کہا ہے: وہ فی الاصل ”صدوق“ ہے، ”کتاب العقل“ کے علاوہ اس کی احادیث صالحہ ہیں۔ (تہذیب: ۲۰۰/۳)

یہی وجہ ہے کہ علامہ کوثری کے نفس ناطقہ شیخ ابوعبدہ نے اپنے شیخ سے اختلاف کا اشارہ کیا ہے اور ”الانتقاء“ کے حاشیے میں ”هو متروك عند الجمهور“ کہا ہے۔ بالاتفاق ”متروک“ ہونے کا اظہار نہیں کیا۔ ثانیاً: انھوں نے فرمایا ہے کہ امام صاحب کا یہ فرمودہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ”مجھے اس بارے میں حدیث معلوم نہیں“ جب کہ ابو محمد حارثی کی مسند ابی حنیفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت موجود ہے:

((من لم یکن له إزار فلیلبس السرویل.))

”جس کے پاس چادر نہ ہو وہ شلوار پہن لے۔“

سند کے ساتھ یہ حدیث اس قول کی تردید ہے کہ امام صاحب کو

اب یہ مغیرہ بن عبداللہ، امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے شاگرد کیونکر ہو سکتے ہیں؟

مغیرہ بن عبداللہ یشکری طبقہ رابعہ کے ہیں۔ (تقریب، ص: ۳۴۵) جب کہ امام صاحب طبقہ سادسہ کے ہیں۔ (تقریب، ص: ۳۵۸) اس لیے بلا دلیل اسے مغیرہ بن عبداللہ یشکری بنا دینا علامہ خوارزمی کا کمال ہے۔ علامہ معلمی نے اسی لیے کہا ہے:

”ومن العجائب أن صاحب جامع المسانيد زعم أنه المغيرة بن عبدالله اليشكري الذي يروي عن المغيرة بن شعبة المتوفى سنة خمسين.“ (التنكيل: ۱/ ۲۵۰)

”عجائبات میں سے ہے کہ ”جامع المسانید“ کے مصنف نے اسے مغیرہ بن عبداللہ یشکری خیال کیا ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ (متوفی ۵۰ھ) سے روایت کرتے ہیں۔“

جب اس حدیث کی سند کا حال یہ ہے تو اس کے تناظر میں داود بن مخمر کے بیان میں امام ابوحنیفہ کی اس باب میں حدیث سے بے خبری کی تردید میں کون سی معقولیت رہ جاتی ہے؟ حیرت ہے علامہ کوثری کے نزدیک داود بن مخمر تو حقیقت کے برعکس بالاتفاق ”متروک“ قرار پاتے ہیں مگر ابابن جعفر جس نے امام صاحب کے نام پر حدیث سازی کی ہے، وہ قابل اعتناء ٹھہرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ داود بن مخمر کی روایت میں امام صاحب کا یہ قول بھی ہے:

”اللہ کی اس پر لعنت ہو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی بہ دولت ہمیں تکریم بخشی ہے آپ ﷺ ہی کی بنا پر ہمیں نجات ملے گی۔“

علامہ کوثری نے داود بن مخمر کے بیان کیے ہوئے امام صاحب کے اس قول سے ”الانقضاء“ ہی کے حوالے سے دو مقامات پر استدلال کیا ہے، ملاحظہ ہو تائیب، ص: ۱۱۴، ۱۲۶۔

اب انصاف شرط ہے کہ اگر داود بن مخمر کا ذکر کیا ہو امام صاحب کا

اس باب میں حدیث نہیں پہنچی۔ (تائیب، ص: ۱۳۸)

مگر حقیقت یہاں بھی اس سے مختلف ہے۔ داود بن مخمر کے بیان کیے ہوئے قول کی تردید میں جس روایت کا سہارا علامہ کوثری نے لیا وہ بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور ہے، اس کے راوی داود بن مخمر سے زیادہ ضعیف ہیں۔

اولاً: تو مسند الامام کا جامع ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی صاحب عجائب وغرائب اور ”متمم بوضع الحديث“ ہے۔

(میزان: ۲/ ۴۹۶، لسان: ۳/ ۳۴۸)

ثانیاً: اس کا استاد ابوسعید اباء بن جعفر ہے جس نے امام ابوحنیفہ کے نام پر تین سو سے زائد احادیث گھڑی ہیں۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: میں نے اسے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور جھوٹ نہ بولو۔ مسند الامام میں ابو محمد حارثی نے اسی کذاب کی متعدد احادیث نقل کی ہیں جس کی وضاحت ہم حارثی کی اسی مسند پر تبصرے کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ علامہ حلبی نے بھی اسے وضاعین میں شمار کیا ہے۔ (الكشف الحثيث، ص: ۳۵، میزان: ۱/ ۱۷، المجروحین: ۱/ ۱۸۴، لسان: ۱/ ۲۷ وغیرہا)

ثالثاً: اباء کا جو استاد ”احمد بن سعید ثقفی“ ظاہر کیا گیا ہے یہ دراصل احمد بن سعید بن عمر المطوعی ثقفی ہے اور مجہول ہے۔ حافظ ابو محمد حسن بن علی فرماتے ہیں: اباء بن جعفر ”وضاع“ اور ”کذاب“ ہے، اس نے ایک سو احادیث پر مشتمل نسخہ ایسے شیخ سے روایت کیا جو مجہول ہے اور اس کا نام احمد بن سعید بن عمر ثقفی مطوعی ہے۔ (لسان: ۲/ ۲۷۱، سوالات حمزہ، ص: ۱۷۶)

علامہ خوارزمی کی بے خبری:

رابعاً: احمد بن سعد کا استاد ”مغیرہ بن عبداللہ“ جو امام ابوحنیفہ کا شاگرد ہے، وہ بھی مجہول ہے۔ کسی جگہ اس کا اتنا پتا نظر نہیں آتا۔ علامہ خوارزمی نے بلا جواز اسے ”الجامع المسانید“ (۵۵۹/۲) کے آخر میں مغیرہ بن عبداللہ بن عقیل یشکری بنا دیا ہے حالانکہ وہ مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل یشکری ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۰ھ) اور حضرت بلال بن حارث (متوفی ۶۰ھ) سے روایت کرتے ہیں۔

(تہذیب: ۲/ ۲۶۳)

صاحب اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں نماز کا اعادہ کریں۔ شیخ داود نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ امام اعادہ کرے، مقتدی نہ کریں۔ جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ہوں تو روئے زمین پر کسی کی مخالفت کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

(فضائل، ص: ۲۵۵، رقم: ۵۴۷)

محمد بن شجاع اور حسن بن زیاد لؤلؤی کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے مگر علامہ کوثری اور ان کے ہم نوا اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔ شیخ داود طائی جنہیں امام صاحب کا تلمیذ ظاہر کیا جاتا ہے اور علامہ قرشی نے بھی انہیں ”طبقات حنفیہ“ میں ذکر کیا ہے۔ ان کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے تلمیذ کی نوعیت کیسی تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار! امام صاحب کا طریق استدلال:

ابن ابی العوام نے ایک روایت میں ذکر کیا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک سے امام سفیان ثوری نے پوچھا: آپ نے امام ابوحنیفہ سے روایت لی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، لی ہے۔ امام ثوری نے تھوڑی دیر سرینچے کیا، پھر دائیں بائیں دیکھا اور پھر کہا: ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بڑے سخت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حلال بنانے سے روکتے تھے۔ وہ ان احادیث کو لیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی تھیں اور ثقہ راوی اسے بیان کرتے تھے اور نبی ﷺ کے عمل کو لیتے اور علمائے کوفہ کا جس پر عمل ہوتا (اسے لیتے تھے)۔ لوگوں نے ان پر بدگوائی شروع کر دی۔ ہم اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں، ہم اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ (فضائل اہل حنیفہ، ص: ۹۹، رقم: ۱۴۳)

یہ قول علامہ ابن عبدالبر نے ”الانتقاء“ (ص: ۲۶۲) میں بھی ذکر کیا ہے مگر اس میں وہ رنگ آمیزی نہیں جو فضائل میں ہے کہ ”امام سفیان نے سرینچے کر لیا، پھر سر اٹھایا دائیں بائیں دیکھا۔“ گویا کوئی دیکھ سن تو نہیں رہا۔ امام صاحب کا یہ اصول مختلف اسانید سے مروی ہے کہ وہ اپنی فقہ و استنباط کا مرجع قرآن پاک کو، پھر سنت رسول ﷺ کو قرار دیتے ہیں۔ اور اگر کتاب و سنت سے راہنمائی نہیں پاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و فتاویٰ سے راہنمائی لیتے ہیں اور ان کے

پہلا قول اس کے متروک ہونے کی بنا پر مردود ہے تو اس کا بیان کیا ہوا دوسرا قول مقبول کیوں ہے؟ خود غرضی اور دجل و فریب کی بھی کوئی حد ہوتی ہے! جہاں تک حُرْم کے لیے چادر نہ ہونے کی صورت میں شلوار پہننے کا مسئلہ ہے تو یہ ہمارا موضوع نہیں۔ ہمیں تو ابن ابی العوام کی ”فضائل“ اور ”الانتقاء“ میں داود بن مہر کے بیان کی قبولیت و عدم قبولیت کے حوالے سے کچھ معروضات عرض کرنا تھیں۔

جنبی کے پیچھے نماز:

ابن ابی العوام نے امام ابوحنیفہ عن حماد سے ابراہیم نخعی کا یوں قول ذکر کیا ہے:

”عن ابراہیم فی الجنب یصلی بالقوم قال:

یعیّد ویعیّدون.“ (فضائل، ص: ۲۱۲، رقم: ۴۲۲)

”ابراہیم نخعی سے اس جنبی (امام) بارے میں ہے جو لوگوں کو

نماز پڑھائے، ابراہیم کہتے ہیں: وہ اور مقتدی نماز لوٹائیں۔“

ابراہیم نخعی کے اس قول کی سند کی تصحیح تو ابن ابی العوام کے معتقدین پر ہے، ہم یہاں یہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ شیخ لطیف الرحمان صاحب نے اس کی تائید کی بجائے مصنف عبدالرزاق (رقم: ۳۶۵۱) اور ابن ابی شیبہ (رقم: ۴۶۰۸) سے مغیرہ عن ابراہیم کی سند سے نقل کیا ہے:

”یعیّد ولا یعیّدون.“

”وہ جنبی امام تو اعادہ نماز کرے، مقتدی اعادہ نہ کریں۔“

سند کے اعتبار سے یہی قول رائج ہے۔ ان کا یہی قول علامہ ابن

منذر نے ”الأوسط“ (۲۱۳/۴) میں ذکر کیا ہے، نیز ملاحظہ ہو

السنن الکبریٰ للبیہقی (۴۰۱/۲)

ابن ابی العوام نے محمد بن شجاع عن الحسن بن زیادہ اللؤلؤی کی سند سے حماد بن ابی حنیفہ کا یہ قصہ بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے شیخ داود بن نصیر ابوسلیمان طائی سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کہتے ہیں: جب جنبی نماز پڑھائے تو وہ نماز کا اعادہ کرے، مقتدی اعادہ نہ کریں۔ شیخ داود نے فرمایا: ہاں، میں یہی کہتا ہوں۔ حماد نے کہا: میرے والد

لگا لیجئے، لکھتے ہیں:

”لم يذكره الإمام أبو يوسف في آثاره، ولم أظفر بإسناده في كتب الحديث، ومارواه الإمام معلق.“ (حاشیہ کتاب الآثار: ۲/ ۲۰۱)  
”اسے امام ابو یوسف نے بھی اپنی ”کتاب الآثار“ میں ذکر نہیں کیا، کتب حدیث میں اس کی سند پانے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور امام نے جو روایت کیا ہے وہ معلق ہے۔“  
ثقہ راویوں کی صحیح احادیث تو کیا یہاں تو اس روایت کی سند ہی ظاہر نہیں اور اس کا اتنا پتا بھی کتب حدیث میں نہیں ملتا۔

اس کے علاوہ حنظلہ بن نباتہ، حارث بن زید، کدام بن عبد الرحمن، حکم بن زیاد، محمد بن عبیدہ، اسحاق بن ثابت اور اس کا باپ ثابت، عبد الرحمن بن زاذان، عبد اللہ بن داود، ولید بن عثمان، ابو کباش، ابو نصر سلمی، ابو علی الصمقل، ابو غسان، ام ثور، ابو جبلہ جیسے مجہول و مستور راویوں سے بھی امام ابو حنیفہ روایت لاتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ وہ ثقہ راویوں کی صحیح احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اسے زیادہ سے زیادہ اغلی واکثری اعتبار سے تو کہا جاسکتا ہے، ان کے تمام فتاویٰ و عمل کو اس کا مصداق بنانا قطعی درست نہیں۔

”فضائل لابن ابی العوام“ اور ”الانتقاء“ میں امام سفیان کے اس بیان کے راوی محمد بن حماد بن مبارک ہاشمی ہیں جو دولابی کے استاد ہیں۔ ان کا ترجمہ و توثیق تنبیح کے باوجود نہیں ملی، اس لیے سنداً و معنیاً یہ قول مخدوش ہے۔

امام صاحب اور مسئلہ ار جاء:

محدثین امام ابو حنیفہ کو مرجئی کہتے ہیں کیونکہ وہ ایمان میں کمی و بیشی کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ اعمال کو ایمان کا جز قرار دیتے ہیں۔ ہمیں یہاں اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب نہیں بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ ابن ابی العوام نے ایک کہانی اسی تناظر میں ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بشار بن قیراط امام صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور علقمہ بن مرثد حضرت عطاء بن ابی رباح کے ہاں گئے۔ ہم نے کہا: اے ابو محمد! ہمارے

فتاویٰ سے خروج کم ہی کرتے تھے۔ ہم اس اصول کے بارے میں یہاں کوئی تبصرہ مناسب نہیں سمجھتے۔ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ”فضائل“ اور ”الانتقاء“ کی مذکورہ بالا روایت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ امام صاحب ”ثقہ راویوں کی صحیح احادیث کو لیتے تھے“ حقیقت واقعی کے خلاف ہے کیونکہ ”کتاب الآثار“ اور ان کی مسانید سے یہ بات نصف النہار کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ امام صاحب طریف بن شہاب، عبد الکریم بن ابی الخارق، ابان بن ابی عیاش، مسلم بن کیسان، الاوعور، ابراہیم بن یزید کی، جراح بن منہال، اسماعیل بن مسلم کی، محمد بن زبیر بصری، سعید بن مرزبان، جابر بن یزید جعفی، لیث بن ابی سلیم، مجالد بن سعید، محمد بن سائب کلبی، ایوب بن عتبہ جیسے ”کذاب“، ”متروک“ اور ”ضعیف“ راویوں سے بھی روایت لیتے اور ان کی مرویات سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ امام صاحب ”أخبرنا“ شیخ، عن شیخ، عن رجل اور حدثنا شیخ لنا“ کہہ کر بھی روایت کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً: امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں فرمایا ہے:

”أخبرنا أبو حنیفہ قال: حدثنا شیخ لنا یرفعہ إلی النبی ﷺ أنه نهی عن تربیع القبور وتجصيصها. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنیفہ رحمه الله تعالى.“

(کتاب الآثار، ص: ۵۲، رقم: ۲۵۷)

”امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: ہمارے شیخ نے ہمیں حدیث بیان کی، وہ اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے قبر کو چوکور بنانے اور اسے چونا گچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

اب شیخ مبہم و مجہول سے روایت کی ہوئی اس حدیث پر امام صاحب اور ان کے تلمیذ رشید امام محمد کا فتویٰ ہے۔ اس کی کیا حیثیت ہے، اس کا اندازہ ”کتاب الآثار“ کے شارح شیخ ابوالوفاء الافغانی (رئیس لجنة إحياء المعارف النعمانية) کے الفاظ سے

اس کے علاوہ موسیٰ کا استاد بشار بن قیراط ہے جسے امام ابو زرہ نے جھوٹا کہا ہے، نیز اسے ”منکر الحدیث“ بھی کہا ہے۔ امام ابو حاتم نے کہا ہے: قابل استدلال نہیں، ”مضطرب الحدیث“ ہے، اس کی حدیث لکھی جائے۔ ابن عدی نے کہا ہے: غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، اس کی احادیث ”منکر“ ہیں، وہ ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

حافظ خلیلی نے کہا ہے: خراسان کے احناف اس پر راضی مگر خراسان کے حفاظ اس پر متفق نہیں ہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ہے: ”لا شیء“۔ ”وہ کچھ بھی نہیں۔“ امام حاکم نے کہا ہے وہ صاحب ”مناکیر“ ہے۔ علامہ ابن عراق نے اسے ”وضاعین“ میں شمار کیا ہے۔ (تنزیہ الشریعة: ۱/ ۴۱، میزان: ۱/ ۳۱۱، لسان: ۱۷، المحروحين: ۱/ ۱۹۱، ضعفاء اُبی زرعة: ۲/ ۲۵۲، سؤالات السلمي، رقم: ۷۴، سؤالات مسعود، رقم: ۲۰۹، الکامل: ۲/ ۴۵۶ وغیرہ)

جب اس کہانی کی استنادی حیثیت یہ ہے تو اس کی بنیاد پر ارجاء کے الزام کو نافع خارجی کے قول کی بنا پر خارجی عقیدے کے تناظر میں سمجھنا کہاں کی شرافت ہے؟ علامہ کوثری کی دھاندلی:

علامہ کوثری نے یہی کہانی ”تأنیب الخطیب“ (ص: ۶۲) میں نقل کی مگر اس میں پہلی دھاندلی یہ کہ ”موسیٰ بن سہل رازی“ کا واسطہ ہی سند سے حذف کر دیا تاکہ اس کی حقیقت پر پردہ پڑا رہے۔ ثانیاً: حاشیے میں امام ابو زرہ کے بارے میں اپنے روایتی بغض کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ حافظ خلیلی نے بشار بن قیراط کے بارے میں کہا ہے کہ خراسان کے حنفی اس پر راضی ہیں:

”وإن طال لسان أبي زرعة فيه لكونه أهل الرأي“

”اگر چہ اس کے حنفی ہونے کی وجہ سے ابو زرہ نے اس پر زبان درازی کی ہے۔“

بشار بن قیراط کیسا حنفی ہے جس کے دفاع میں علامہ کوثری امام

شہروں میں ایک قوم ہے جو ناپسند کرتی ہے کہ وہ کہیں: ”إنا مؤمنون“۔ امام عطاء نے کہا: وہ اس قول کو ناپسند کیوں کرتے ہیں؟ کہا کہ وہ کہتے ہیں: اگر ہم کہیں کہ ہم مومن ہیں تو ہم یہ بھی کہیں گے کہ ہم جنتی ہیں۔ عطاء نے فرمایا: وہ یہ کہیں کہ ہم مومن ہیں مگر یہ نہ کہیں کہ ہم جنتی ہیں کوئی بھی مقرب فرشتہ نہیں اور نہ کوئی نبی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس پر حجت ہے، وہ چاہے اسے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔ پھر عطاء نے فرمایا: اے علقمہ! تیرے ساتھیوں کو اہل جماعت کہا جاتا تھا تا آنکہ نافع بن ازرق نے انھیں مرجہ کہا۔ (مناقب ص: ۱۳۲، رقم: ۲۲۵)

اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ امام عطاء اور علقمہ بھی امام ابو حنیفہ کے ہم ٹو تھے۔ وہ اور ان کے رفقاء اہل سنت والجماعت ہیں۔ نافع بن ازرق خارجی نے اپنے غلط عقیدے کے تناظر میں مرجہ کہا تھا۔

اولاً: اس سے یہ لازم تو نہیں آتا ہے کہ محدثین نے جس معنی میں امام صاحب کو مرجہ کہا ہے اس کی اس قصے سے نفی ہوتی ہے۔ خارجی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو جہنمی کہتے ہیں۔ محدثین کا یہ موقف قطعاً نہیں، نہ ہی یہ امام صاحب کا موقف ہے۔ اس تناظر میں خارجی نے امام صاحب کو مرجہ کہا ہے تو اس سے محدثین کے قول کی نفی نہیں ہوتی۔

ثانیاً: اس قصے کا اعتبار تب ہے جب یہ صحیح ثابت ہو۔ ابن ابی العوام کی طرح اس کا استاد ابراہیم بن احمد بن سہل ترمذی بھی ”مجہول“ ہے، اس کا ترجمہ اور توثیق کہاں ہے؟ نیز اس کی سند میں موسیٰ بن سہل رازی ہے، حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے اسحاق ازرق سے باطل حدیث بیان کی ہے۔ (میزان: ۲۰۶/۳)

مگر حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ موسیٰ بن سہل الراسی ہی ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ وہ ”مجہول“ ہے اور باطل حدیث بیان کرتا ہے۔ اور اسی بنا پر ابن عراق نے اسے ”وضاعین“ میں شمار کیا ہے۔ (تنزیہ الشریعة: ۱/ ۱۲۰)

یہ دو راوی ہوں یا دونوں علیحدہ ہوں، دونوں باطل روایت بیان کرتے ہیں۔



حنفی عالم ہونے کے ناتے تھی یا راوی حدیث ہونے کے لحاظ سے بھی وہ اس پر خوش تھے؟ کئی حنفی راویوں پر حنفی خوش ہیں مگر راوی حدیث ہونے کے ناتے ناقابل اعتبار ہیں۔ علاوہ ازیں خراسان کے حنفی خوش تھے تو یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے اصغ بن خلیل قرطبی مالکی پراندلس میں مالکی خوش تھے۔ وہ ان کا فقیہ تھا اور مفتی تھا حتیٰ کہ پچاس سال تک فتویٰ کا مدار اس پر رہا:

”دارت علیہ الفتیا خمسين عاما .“

(ترتیب المدارک: ۱۴۲ / ۳)

بلکہ کہا گیا ہے:

”فقیہا منسوباً إلى الصلاح والورع بصيرا بالشروط، من أهل العلم والفقه والورع والرياسة، فطناً بالمسائل والفقه .“  
”وہ فقیہ تھا۔ نیکی اور ورع سے اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ شروط کو خوب سمجھنے والا۔ علم، فقیہ اور ورع کا حامل اور صاحب اقتدار تھا۔“

یہ سب تعریف مالکی علماء نے کی ہے مگر انھوں نے اسے ”وضاع“ بھی قرار دیا ہے۔ ترک رفع الیدین کے بارے میں بھی اس نے حدیث وضع کی۔ بلکہ یہ وہ ذات شریف ہے جو ہمتی تھی: میرے دامن میں خنزیر کا سر بہتر ہے مسند ابن ابی شیبہ سے۔ (ترتیب المدارک، میزان: ۱ / ۵۶۹، لسان: ۱ / ۴۵۸، ذیل الآلئی، رقم: ۵۰۰ وغیرہ)  
اس لیے خراسان کے احناف کا اس پر راضی ہونا اس کی ثقاہت کی کوئی دلیل نہیں۔ تنہا امام ابو زرعہ ہی نہیں دیگر ائمہ محدثین نے بھی اس پر جرح کی۔ تعجب ہے کہ علامہ کوثری کو بشار کے حنفی ہونے کے ناتے دفاع کی فکر ہے مگر باقی راویوں کی کوئی فکر نہیں حتیٰ کہ موسیٰ بن سہل رازی کا تو واسطہ ہی ہاتھ کی صفائی سے حذف کر دیا جو باطل روایات بیان کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے امام سفیان کے ایک قول کی سند کو متصل نقل کر دیا ہے جیسا کہ آئندہ ”ایک عجیب کہانی“ کے عنوان کے تحت ہم ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔ (جاری ہے)

ابو زرعہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ حال یہ ہے کہ طبقات حنیفہ میں کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔ علامہ خوارزمی نے ”جامع المسانید“ کے آخر (۲ / ۴۱۳) میں صرف اس کا نام لیا ہے کہ وہ امام صاحب کا شاگرد ہے۔ کیا ان کے تمام شاگرد حنفی تھے؟ وہ انہی کے کہنے پر حنفی ہے جنھوں نے اس پر کلام کیا ہے۔ امام ابو زرعہ کا قول ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ یہ قول ابن حبان، ابن الجوزی، ذہبی اور ابن حجر نے نقل کیا مگر کسی نے ان کی تغلیط نہیں کی بلکہ علامہ ابن عراق نے اسی بنا پر اسے ”وضاعین“ میں شمار کیا ہے۔ اس کی ایک حدیث علامہ سیوطی نے ”الجامع الصغیر“ میں نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں:

((الآخذ بالشبهات يستحل الخمر..... إلخ))

جسے انھوں نے ضعیف کہا مگر علامہ مناوی نے کہا ہے:

”إن فیہ بشار بن قیراط قال الذہبی: متهم أي بالوضع .“ (فیض القدير: ۱۶۵ / ۳)  
”اس میں بشار بن قیراط ہے، ذہبی نے کہا ہے: وہ متہم ہے، یعنی حدیث وضع کرنے میں متہم ہے۔“

علامہ صنعانی نے بھی کہا ہے:

”فیہ یسار (الصواب: بشار) بن قیراط، قال الذہبی: متهم بالوضع .“

(التنوير شرح الجامع الصغير: ۴ / ۴۷۴)

علامہ البانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

(الضعيفة، رقم: ۲۳۷۲)

امام ابن عدی اور حافظ ذہبی اس کی ایک منکر حدیث ذکر کی ہے۔ اسی طرح ”المعجم الأوسط للطبرانی“ (رقم: ۱۴۶) میں بھی ایک منکر حدیث منقول ہے۔ علامہ بیہقی نے کہا ہے: بشار ضعیف ہے۔ (مجمع: ۲۰۶) جب کہ علامہ البانی نے اسے منکر قرار دیا ہے۔

(الضعيفة: ۶۵۶۴)

تو کیا علامہ کوثری یا ان کے ہم نوا ان احادیث کو حسن یا صحیح قرار دیتے ہیں؟ کیونکہ خراسان کے حنفی اس سے خوش تھے۔ پھر ان کی خوشی



## حجیت حدیث

(ایک مناظرہ جو امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک منکر حدیث کے مابین ہوا)

زیر نظر مناظرہ حجۃ الاسلام امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک منکر حدیث کے مابین ہوا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ مناظرہ اپنی کتاب ”الام“ (۷/ ۲۷۳-۲۷۶) میں نقل کیا ہے۔ پروفیسر ”محمد أبو زھو“ نے یہ واقعہ ”الام“ کے حوالے سے اپنی کتاب ”الحديث والمحدثون“ (ص: ۲۷۲-۲۷۷) میں نقل کیا۔ اس کتاب کا ترجمہ مولانا غلام احمد حریری رحمہ اللہ نے اپنے سیال اور شستہ قلم سے فرمایا۔ افادہ عام کی غرض سے ہم اسے نذر قارئین کر رہے ہیں۔ خود بھی پڑھیں اور ان لوگوں کو بھی پڑھائیں جو کسی بھی طرح اس فتنہ انکار حدیث سے متاثر ہیں۔

نے بہت بُری بات کہی۔ یہ بات کیونکر درست ہے کہ احادیث کی بنا پر قرآن کے ظاہری احکام میں تفریق کی جائے؟ جب تم حدیث کو وہی اہمیت دیتے ہو جو قرآن کو حاصل ہے تو اس حدیث کا انکار کرنے والے کے خلاف تم کون سی حجت قائم کر سکو گے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: جو شخص اس زبان سے واقف ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا، وہ اس حقیقت سے باخبر ہے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

منکر حدیث: اس کی کوئی دلیل آپ کو یاد ہو تو پیش کیجیے!

امام شافعی رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

[الجمعة: ۲]

”وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات سناتا اور ان کو

پاک کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

منکر حدیث: کتاب سے تو کتاب الہی مراد ہے مگر حکمت کیا چیز ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: حکمت سے حدیث رسول مراد ہے۔

منکر حدیث: کیا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ رسول کریم اجمالاً

بھی قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور حکمت، یعنی مذکورہ احکام بھی بیان فرماتے تھے؟

منکر حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے:

آپ عربی ہیں اور قرآن آپ کی زبان میں اترتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ محفوظ کتاب ہے۔ اس میں خداوندی فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے کسی حرف میں بھی شک و شبہ کا اظہار کرے تو آپ اس سے توبہ کا مطالبہ کریں گے۔ اگر توبہ کرے تو فہما، ورنہ (مرتد سمجھ کر) اسے قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا:

﴿تَبَيَّنَّا لَكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: ۸۹]

”اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔“

جب یہ بات ہے تو تمہارا یہ قول کیسے درست ہے کہ فرض عام بھی ہوتا ہے اور خاص بھی؟ نیز یہ بھی کہ امر و وجوب کے لیے بھی ہوتا ہے اور اباحت کے لیے بھی؟ دوسری طرف آپ ایک شخص سے ایک یا دو تین احادیث روایت کرتے ہیں، پھر وہ شخص دوسرے شخص سے، یہاں تک کہ راویوں کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ سے پہنچ جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ بر ملا کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے فلاں حدیث کے نقل کرنے میں غلطی سرزد ہوئی۔ میں جانتا ہوں کہ اگر آپ ایک حدیث کی بنا پر کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرائیں اور کوئی شخص اس حدیث کے بارے میں یہ کہہ دے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ تم سے یا اس شخص سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس سے آپ نے یہ حدیث سنی تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرو گے۔ تم اسے صرف یہ بات کہو گے کہ تم

ذریعہ کیا جاتا ہے۔

منکر حدیث: بے شک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت، قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے ہم پر رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا ہے۔

منکر حدیث: اس کی کیا دلیل ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”اور تیرے رب کی قسم! لوگ مومن نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو فیصلہ نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ آپ صادر کر دیں اس کے بارے میں اپنے جی میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اپنا سر تسلیم خم کر دیں۔“

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۳]

”جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ فتنے میں مبتلا ہو جائیں یا دردناک عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔“

منکر حدیث: یہ درست ہے کہ حکمت سے سنت رسول مراد ہے۔

اگر میرے ہم خیال لوگوں کی یہ بات صحیح ہوتی کہ ان آیات میں رسول کے احکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور رسول کا حکم وہی ہے جو اللہ نے قرآن کریم میں نازل کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص رسول کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا، اس کو احکام خداوندی کا تسلیم نہ کرنے والا قرار دینا چاہیے، نہ کہ صرف احکام رسول کا باغی۔

امام شافعی رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ نے رسول کے احکام کی اتباع ہم پر فرض قرار دی ہے، قرآن کریم میں فرمایا:

امام شافعی رحمہ اللہ: غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو فرائض مذکور ہیں، مثلاً: نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ حضور اکرم ﷺ ان کی کیفیت اور تفصیل بیان فرمادیا کرتے تھے۔

منکر حدیث: جی ہاں! میرا یہی مطلب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: تو میں بھی آپ سے یہی کہہ رہا ہوں کہ فرائض کی تفصیل حدیث رسول سے معلوم ہوتی ہے۔

منکر حدیث: اس امر کا بھی احتمال ہے کہ کتاب اور حکمت دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہو اور کلام کو تکرار و اعادہ پر محمول کیا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: آپ ہی بتائیے کہ دونوں سے ایک چیز مراد لینا بہتر ہے یا دونوں؟

منکر حدیث: ہو سکتا ہے کہ کتاب و حکمت سے دو چیزیں، یعنی کتاب و سنت مراد لی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز، یعنی قرآن مراد ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ: ہر دو احتمالات میں سے جو واضح تر ہے وہی افضل ہے اور جو بات ہم نے کہی ہے، قرآن کریم میں اس کی دلیل موجود ہے۔

منکر حدیث: وہ دلیل کیا اور کہاں ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ كُنَّا مَا يُتْلَىٰ فِيْٓ بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ [الأحزاب: ۳۴]

”اور تمھارے گھروں میں خدا کی آیات اور جس حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے، اس کو یاد کرتی رہو، بے شک اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا اور آگاہ ہے۔“

اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ امہات المؤمنین کے گھروں میں دو چیزوں کی تلاوت کی جاتی تھی۔

منکر حدیث: قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے مگر حکمت کی تلاوت کا کیا مطلب ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: تلاوت کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح قرآن کے ساتھ نطق کیا جاتا ہے، اسی طرح سنت کا اظہار بھی قوت گوئی ہی کے

﴿وَلَا يُوْنِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَةُ أَبُوهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾

[النساء: ۱۱]

”اور اگر میت کی اولاد بھی ہو تو اس کے ترکے میں سے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، پھر اگر نہ ہو اس کی اولاد اور وارث بن رہے ہوں اس کے ماں باپ ہی تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے، پھر اگر ہوں میت کے بھائی بہن تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ۔“

حدیث نبوی کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا کہ ترکے کی تقسیم سے متعلق آیت نے وصیت پر مشتمل آیت کو منسوخ کر دیا۔ اگر ہم حدیث نبوی کو تسلیم نہ کرتے ہوتے تو ایک شخص ہمیں کہتا کہ وصیت پر مشتمل آیت نے تقسیم ورثہ سے متعلق آیت کو منسوخ کر دیا تو اس پر حجت صرف حدیث ہی کے ذریعے سے قائم کی جاسکتی ہے۔

منکر حدیث: آپ نے مجھ پر حجت تمام کر دی ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ حدیث نبوی کو قبول کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد میں اس بات میں عار محسوس نہیں کرتا کہ حدیث نبوی کے بارے میں اپنا موقف چھوڑ کر اپنا زاویہ نگاہ اختیار کر لوں بلکہ مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں کہ ظہور حق کے بعد اس کو تسلیم کرنا میرے لیے ضروری تھا مگر بتائیے کہ اس کا کیا مطلب کہ قرآن کے بعض عام احکام اپنے عموم پر رہتے ہیں اور بعض دفعہ ان میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: (امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں متعدد مثالیں ذکر کیں، پھر اپنے حریف کو مخاطب کر کے فرمایا: اب آپ پر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کی اطاعت کو قرآن کریم میں فرض قرار دیا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو قرآن کے عام و خاص اور ناسخ و منسوخ کا شارح و ترجمان ٹھہرایا ہے۔

منکر حدیث: جی ہاں! آپ کا ارشاد بجا ہے مگر میں تو ہمیشہ اس کی

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”رسول جو کچھ تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔“

قرآن سے بہ وضاحت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا اور جس بات سے منع کریں اس سے باز رہنا ہم پر فرض ہے۔

منکر حدیث: جو بات ہم پر فرض ہے وہ ہم سے پہلوں اور پچھلوں سب پر فرض ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: جی ہاں!

منکر حدیث: اگر رسول کریم ﷺ کے دیے ہوئے احکام کی اطاعت پر ہم فرض ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ہم پر کسی بات کو فرض ٹھہراتے ہیں تو آپ ایک ایسے امر کی جانب ہماری راہنمائی کرتے ہیں جس کی اطاعت ہمارے لیے ضروری ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا جو حکم دیا ہے، کیا آپ یا آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی شخص جس نے حضور ﷺ کو نہ دیکھا ہو، احادیث نبویہ کے بغیر اس کی تعمیل کر سکتا ہے؟ اور حدیث نبوی کو نظر انداز کر کے احکام رسول کی تعمیل ممکن ہے؟ علاوہ ازیں حدیث نبوی قرآن کے ناسخ و منسوخ پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

منکر حدیث: اس کی کوئی مثال ذکر کیجیے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: قرآن میں فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرَ الْوَصِيَّةِ لِلْوَٰلِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ﴾

[البقرة: ۱۸۰]

”جب تم میں سے کسی کا آخری وقت آجائے اور اس نے مال چھوڑا ہو تو تم پر والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت فرض کی گئی ہے۔“

ترکے کی تقسیم سے متعلق قرآن میں ہے:

مخالفت کرتا رہا یہاں تک کہ اس نقطہ نظر کی غلطی مجھ پر واضح ہوگئی۔ اس ضمن میں منکر حدیث دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں، ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ حدیث نبوی مطلقاً حجت نہیں ہے اور قرآن کریم میں ہر چیز کی وضاحت و صراحت موجود ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: حدیث نبوی سے صاف انکار کا نتیجہ کیا نکلا؟ منکر حدیث: بہت بُرا نتیجہ برآمد ہوا، اس لیے کہ انکار حدیث کا عقیدہ رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کم از کم ایسا کام کرے جس کو صلاۃ یا زکاۃ کہہ سکتے ہیں اس نے صلاۃ یا زکاۃ کا حق ادا کر دیا۔ اس میں وقت کی پابندی نہیں۔ اگر کوئی شخص ہر روز یا کئی دنوں میں دو رکعت نماز ادا کر لے تو اس نے صلاۃ کا فریضہ ادا کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو حکم قرآن میں نہ وارد ہو وہ کسی پر فرض نہیں۔

منکر حدیث کا دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ جو حکم قرآن میں مذکور ہے اس کے بارے میں حدیث کو قبول کیا جاسکتا ہے اور جس ضمن میں قرآن وارد نہیں ہوا اُس میں حدیث کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

نتیجہ اس کا بھی وہی ہوا جو پہلے فرقہ کا ہوا تھا۔ اس فرقے نے پہلے حدیث کو رد کیا اور پھر اس کو قبول بھی کرنے لگے، یہ لوگ کسی خاص وعام یا نسخ و منسوخ کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان دونوں کا گمراہ ہونا واضح ہے اور میں ان میں سے کسی کو بھی حق نہیں سمجھتا مگر میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ایک حرام چیز کو بلا دلیل کیسے حلال سمجھنے لگے ہیں؟ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ: دلیل موجود ہے۔

منکر حدیث: کون سی دلیل؟

امام شافعی رحمہ اللہ: میرے پاس جو شخص بیٹھا ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کا خون اور مال حرام ہے یا نہیں؟ منکر حدیث: اس کا خون اور مال حرام ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: اگر وہ شخص شہادت دے کہ اس نے اس فلاں شخص کو قتل کیا اور اس کا مال لے لیا اور وہ مال اس کے پاس موجود ہے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا رویہ ہوگا؟

منکر حدیث: میں اس کو فوراً (قصاص میں) قتل کر دوں گا اور اس

سے مال لے کر وارثوں کو لوٹا دوں گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ: کیا یہ ممکن نہیں کہ گواہوں نے جھوٹی اور غلط گواہی دی ہو؟

منکر حدیث: ایسا ہو سکتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: پھر آپ نے جھوٹی گواہی کی بنا پر اُس شخص کے مال اور خون کو کیسے مباح قرار دیا، حالانکہ وہ خون اور مال حرام تھا؟

منکر حدیث: اس لیے کہ شہادت قبول کرنا ضروری امر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ: اگر تم گواہوں کی گواہی کو ظاہری صداقت کی بنا پر قبول کرنا ضروری سمجھتے ہو اور باطن کا علم تو صرف ذات خداوندی ہی کو ہے تو ہم راوی کے لیے جو شرائط عائد کرتے ہیں وہ گواہ کی شرائط سے زیادہ کڑی ہیں، چنانچہ جن لوگوں کی شہادت کو قبول کرتے ہیں، ضروری نہیں کہ ان کی روایت کردہ حدیث کو بھی صحیح سمجھ لیں۔ راوی کی صداقت اور غلطی کا پتا تو ان رواۃ درجال سے بھی چل جاتا ہے جو روایت حدیث میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت سے بھی راوی کی غلطی واضح ہو جاتی ہے مگر شہادت میں ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

منکر حدیث: میں تسلیم کرتا ہوں کہ حدیث نبوی دین میں حجت ہے اور رسول کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھہرایا ہے۔ جب میں نے رسول کریم ﷺ کی کسی حدیث کو قبول کیا تو گویا خدا کے حکم کو قبول کیا۔ حدیث رسول کی حجیت پر سب مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ آپ کے بتانے سے مجھ پر یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ مسلمان ہمیشہ حق پر ہوتے ہیں۔

#### ضرورت رشتہ

جٹ برادری سے اہل حدیث مسلک کی دوشیزگان ۲۸ سالہ تعلیم ایم۔ فل، ۲۶ سالہ میٹرک کے لیے جٹ برادری سے رشتے مطلوب ہیں۔ برسر روزگار خاندانی لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔

فون: 0333-8575215 - 0333-4723226

## محدثین کرام کا استغناء

محمد اشرف جاوید بن محمد صدیق، فیصل آباد

۲۳

اور ان کی خوشامد میں دین کا نقصان۔

گورنر خالد بن احمد ذہلی اور امام بخاری رحمہ اللہ:

پہلی درخواست: ..... یہ سلطنت طاہریہ کی طرف سے بخارا کا گورنر تھا۔ اس نے امام بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں (جب امام المحدثین نے تکمیل علم کے بعد شہر بخارا میں مسند درس پر متمکن ہو کر درس دینا شروع کیا اور طالبین حدیث اور شائقین علوم کی جماعت فیض یاب ہونے کے لیے جوق در جوق چلی آرہی تھی اور چار سو آپ رحمہ اللہ کی شہرت تھی) یہ درخواست بھیجی کہ آپ حریم شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور شہزادوں کو ”صحیح بخاری“ اور تاریخ کا درس دیں۔ امام بخاری نے صاف انکار کر دیا اور دکھا دیا کہ امام مالک جیسے علم کے قدردان اب بھی دنیا میں موجود ہیں جن کو دنیا کی مخالفت کی بالکل پروا نہیں، نہ زر و مال اور نہ دنیاوی جاہ و جلال کی طمع۔ جس کی معرفت درخواست بھیجی تھی امام صاحب نے اسی کے ذریعے کہا بھیجا کہ میں حرم شاہی میں جا کر خوشامدی نہیں بننا چاہتا، اس میں علم کی بے قدری ہے۔

(سیرت البخاری، ص: ۱۱۴ طبع جدید، لاہور)

دوسری درخواست: ..... پھر اس نے درخواست کی کہ بہتر، اگر آپ حریم شاہی میں تشریف لانا نہیں پسند کرتے تو شہزادوں کے لیے خاص وقت دیں جس میں عام خلقت شریک نہ ہو۔

امام صاحب نے فرمایا: یہ آنحضرت ﷺ کی میراث ہے، اس میں عام و خاص سب کا حق مساوی ہے۔ میری درس گاہ اور مسجد کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لیے کھلا ہے، جس کو شوق ہو آ کر مستفید ہو، کسی کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں۔ میں کبھی ایسی درخواست منظور نہیں کر سکتا۔ اگر ناخوش ہو تو میرا درس بہ زور روک دو:

اللہ تعالیٰ محدثین کرام پر رحم فرمائے کہ انھوں نے اپنی زندگیاں حفاظت سنت رسول ﷺ کی نذر کر دیں۔

بعض محدثین صاحب ثروت و مال تھے، انھوں نے اپنے اور غیروں کی خوب خوب دل جوئی کی۔ اور کچھ غریب الدیار و مفلس تھے مگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو غنی کر رکھا تھا۔ وہ کبھی بھی اُمراء اور سلاطین کی چوکھٹ پر مالی منفعت کے لیے نہ گئے بلکہ اگر کبھی جانا ہوا تو فقط وعظ و نصیحت کی غرض سے۔

یہ پاک باز لوگ جن کی زندگی کا مقصد حدیث رسول ﷺ کی ترویج تھا، وہ ہر طریقے سے حدیث رسول ﷺ کی حفاظت اور اپنے آپ کو حرف گیری سے بچاتے رہے۔ ان کے تذکرے پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور سکون قلب ملتا ہے۔ ان کی زندگی کے چند ایک واقعات قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ سلاطین اور اُمراء کی مرابطت اور مخالفت سے دور رہتے تھے۔ ان کی جا بے جا خوشامدوں اور تعریفوں سے پرہیز کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی صحبت میں استقامت دین باقی نہیں رہ سکتی۔ ان کی رعیت میں ایک سچا دین دار کہاں سے کہاں کھسک جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم آج فقہ کی کتابوں میں ”لا باس بہ“ کی کثرت نہ پاتے۔

یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد نہ تھا، یہ حدیث نبوی کی تعمیل تھی، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”جو سلطان کے دروازے پر جائے گا وہ آزمائش میں پڑ جائے گا“ (ترمذی، رقم الحدیث: ۱۸۴۰) امام صاحب کا ملفوظ ہے کہ اُمراء کی صحبت میں علم کی ذلت ہے



”لیکون لی عند اللہ عذر۔“

”تا کہ میرے لیے اللہ کے دربار میں عذر ہو۔“

اس صاف گوئی اور استغناء سے والی بخارا سخت برہم ہوا اور آپ کو جلاوطن کرنے کا سوچنے لگا۔ لیکن امام بخاری کا سکہ تمام مسلمانوں پر ایسا جما ہوا تھا کہ وہ بزورِ سلطنت کچھ نہ کر سکا۔ (سیرت بخاری، ص: ۱۱۷) بالآخر اس نے چند لوگوں کو اس بات کے لیے مقرر کیا کہ کوئی الزام امام صاحب پر ایسا لگایا جائے جس سے عام لوگ بھی امام صاحب سے متنفر ہو جائیں۔

ایک الزام اور اس کی حقیقت:

خراسان اور عراق پر اہل الرائے کا غلبہ ہو گیا تھا۔ ان کو اپنے اساتذہ کے اقوال و قیاسات پر سخت جمود تھا۔ وہ اپنے اساتذہ وائمہ کے مقابلے میں صحابہ کو بھی کمتر سمجھتے۔ اور بخارا وغیرہ میں اہل الرائے کا ایسا قوی اثر تھا کہ دوسرے لوگوں کو بولنا مشکل تھا لیکن امام صاحب نے مطلقاً پروانہ کی اور مدتوں بخارا میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ بالآخر والی ملک نے سازش کی۔ اس سازش کے معاونین حریت بن ابی ورقاء اور اس کے ساتھی تھے۔ انھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ امام بخاری نے فتویٰ دیا ہے کہ ایک بکری کا دودھ دو لڑکے پی لیں تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس کی تردید ”الفوائد البہیة“ میں بڑی زوردار طریق سے کی ہے۔ (سیرت بخاری، ص: ۱۳۶، ۱۳۹) اس سے پتا چلتا ہے کہ محدثین نے ہر تکلیف واذیت برداشت کی مگر احترام حدیث کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اگر امام صاحب چاہتے تو بہت سادہ نیوی مال و جاہ اور منفعت حاصل کر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ علم و فن کی طرح زہد و تقویٰ کے بھی امام تھے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام صاحب فقہ، علم، حفظ و ضبط اور عبادت و تقویٰ ہر اعتبار سے دنیا کے اماموں سے ایک امام تھے۔ اور اسی طرح یسین ہروی رحمہ اللہ کا قول ہے: وہ بے مثال عالم

و حافظ ہونے کے علاوہ عبادت و ریاضت، عفت و پاک دامنی اور ورع و تقویٰ میں بھی منفرد خصوصیات کے مالک تھے۔ شریعت کی پابندی اور سنت نبوی کی اتباع ان کا خاصہ تھی۔ (تذکرۃ المحدثین: ۲۹۰ / ۱ طبع انڈیا، البدایة والنهاية: ۵۵ / ۱۱، تہذیب التہذیب: ۱۷۲ / ۴)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کو دنیا اور اس کے لذائذ و مرغوبات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ امراء و سلاطین کے دربار سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور دنیاوی جاہ و حشمت اور اعزاز و اکرام کی کبھی چاہت نہیں کی۔ خلفاء کے دنیوی جاہ و جلال کا ان پر کوئی اثر نہ تھا اور وہ ان کو عام لوگوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ ان کی ساتھ کوئی امتیاز برتتے تھے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے خادم ابو بکر بن جابر کا بیان ہے کہ میں امام صاحب کے ساتھ بغداد میں مقیم تھا۔ ایک دن جب وہ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر داخل ہوئے تو کچھ دیر بعد دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ امیر ابو احمد موفق امام صاحب سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ میں نے جا کر اطلاع کی، آپ نے ان کو اندر بلوایا اور پوچھا کہ کیسے زحمت فرمائی؟ انھوں نے کہا: میں تین درخواستیں لے کر حاضر ہوا ہوں:

- ۱: ایک یہ کہ آپ بصرہ میں مستقل قیام فرمائیں تاکہ مختلف مقامات کے طالبان حدیث آپ سے استفادہ کر سکیں۔
- ۲: میرے بچوں کو ”سنن“ کی تعلیم دیں۔
- ۳: درس حدیث کے حلقے میں میرے بچوں کے لیے مخصوص نشست کا انتظام فرمادیں۔

امام صاحب کا جواب: ..... امام صاحب نے فرمایا: پہلی دو باتیں مناسب ہیں لیکن تیسری بات ناممکن ہے۔ علم کے معاملے میں شریف و وضع اور اعلیٰ و ادنیٰ سب برابر ہیں، اس لیے کوئی امتیاز نہیں برتا جاسکتا۔

چنانچہ امیر کے لڑکے بھی عام لوگوں کی طرح حلقہ درس میں



شریک ہو کر سماع حدیث کرتے۔ (تذکرۃ المحدثین: ۱/ ۲۹۱، سیر أعلام النبلاء: ۱۳/ ۲۱۶)

امام ذہبی نے اس بات کا مزید تذکرہ کیا ہے کہ عوام اور اولاد خلفاء کے درمیان ایک پردہ لٹکا دیا جاتا لیکن حدیث کا سماع وہ عامۃ الناس کے ساتھ ہی کرتے تھے۔ (سیر أعلام: ۱۳/ ۲۱۶)

محدثین کرام کی کس قدر جرأت اور حکمرانوں سے استغناء ہے! اب بھی اگر کوئی من چلا کہہ دے کہ محدثین حکمرانوں کی مرضی سے احادیث ان کی شان و شوکت میں وضع کرتے تھے تو اس کو اپنے فکر و نظریات اور اپنے دماغ کا علاج کروانا چاہیے۔

جس کتاب کا امیر نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے عرض کیا تھا وہ ”سنن ابی داؤد“ تھی۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ علماء کے درج ذیل بیانات سے بخوبی ہوتا ہے:

ابن الاعرابی:..... کتاب اللہ اور سنن ابی داؤد کے بعد کسی اور چیز کی واقفیت کی ضرورت نہیں۔

محمد بن مخلد:..... محدثین نے ان کی کتاب کو مصحف کی طرح قابل اتباع سمجھا۔

زکریا الباجی:..... قرآن مجید اسلام کی اصل بنیاد اور ”سنن ابی داؤد“ اس کا ستون ہے۔ (تذکرۃ المحدثین: ۱۲/ ۲۹۳، ۲۹۴)

امام عبداللہ بن ادریس اودبی رحمہ اللہ:

ان کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ادریس یگانہ روزگار تھے۔ (تذکرہ: ۱۲۳۱/ ۱ اردو)

خلیفہ ہارون الرشید نے انھیں عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے بلایا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔

یہ سن کر ہارون بولا: میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں نہ دیکھتا۔ فرمانے لگے: میں بھی چاہتا ہوں کہ میں آپ کو نہ دیکھتا۔

ایک دفعہ ہارون نے اپنے خادم کے ہاتھ پانچ ہزار درہم ارسال کیے۔ امام صاحب نے خادم کو ڈانٹا اور کہا: میرے گھر سے فوراً نکل جاؤ۔ پھر خلیفہ نے کہا بھیجا: آپ نے ہماری عزت کا کچھ خیال نہیں رکھا اور نہ ہمارا نذرانہ قبول کیا۔ اب اتنی گزارش ہے کہ میرا لڑکا مامون

آئے تو اس کو حدیث پڑھانے سے انکار نہ کیجیے۔ آپ نے جواب دیا: اگر دوسرے طلباء کے ساتھ مل کر آئے گا تو ہم اسے ضرور حدیث پڑھائیں گے۔ (تذکرۃ: ۱/ ۲۲۴، سیر أعلام: ۹/ ۴۷، تاریخ بغداد: ۹/ ۴۱۶)

امام الحافظ الکبیر خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ):

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علوم حدیث کو زندہ و جاوید کرنا آپ پر ختم تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۶۰۲/ ۱ اردو)

امام صاحب سلف کے طریق پر تھے۔ ان کی ”تاریخ بغداد“ ان کی شہرت دوام کا عظیم سبب ہے۔ ان کے محاسن میں ذہبی تحریر کرتے ہیں: بغداد نے امام دارقطنی کے بعد خطیب جیسا کوئی آدمی نہیں پیدا کیا۔

(تذکرۃ: ۱۲/ ۷۵۹)

آپ کے جنازے کے آگے آگے یہ منادی کی جاتی تھی:

۱: یہ وہ شخص ہے جو حضرت محمد ﷺ پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا کرتا تھا۔

۲: یہ وہ انسان ہے جو آنحضرت ﷺ پر افترا کیے ہوئے جھوٹ کی تردید کیا کرتا تھا۔

۳: یہ وہ ہستی ہے جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کی حفاظت کرتی تھی۔ (تذکرۃ: ۱۲/ ۷۶۴)

ان اوصاف کا حامل یہ محدث جلیل اُمراء و سلاطین سے کوسوں دور رہتا تھا۔ ان کا ایک واقعہ ایمان افروز ہے، فضل بن عمر نسوی کہتے ہیں:

”میں ایک دن جامع صور میں علامہ خطیب کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک علوی آیا۔ اس کی آستینوں میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں، بولا: یہ حقیر ہدیہ ہے، اسے اپنے مصارف میں استعمال فرمائیں۔ علامہ نے ترشی سے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ علوی کہنے لگا: شاید آپ اسے کم سمجھتے ہیں، یہ تین سو دینار ہیں یہ کہہ کر تھیلی آپ کے مصلیٰ پر اُلٹ دی مگر علامہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اپنا مصلیٰ جھاڑ کر باہر نکل گئے۔

میں آپ کے استغناء اور علوی کے ذلت کے ساتھ اپنے

دینار جمع کرنے کو آج تک نہیں بھولا۔“

(تذکرہ: ۲ / ۷۵۹)

امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمن (متوفی ۱۳۶ھ):

مفتی مدینہ، بلند پایہ فقیہ، صاحب بصیرت حافظِ حدیث اور مرقی انسان تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب قاسم وسالم رحمہما علیہما کا انتقال ہو گیا تو علمی سربراہی کا تاج امام ربیعہ کے سر پر رکھا گیا۔ جب خلیفہ عباسی سفاح مدینہ آیا تو اس نے امام ربیعہ کو کچھ مال دینا چاہا مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (تذکرہ: ۱۴۰/۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے کہ امام ربیعہ خلیفہ کے ہاں گئے، اس نے ایک لونڈی عطا کرنی چاہی تو آپ نے انکار کر دیا، پھر اس نے پانچ ہزار درہم کی آفر کی کہ آپ اس سے لونڈی خرید لیں، آپ نے اس سے بھی صاف انکار کر دیا۔ (سیر أعلام النبلاء: ۱۶ / ۹۲) یہ ہے محدثین کرام کی زندگی کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک.....!

## رشتہ اخلاص کے ساتھ

لیکچرار مغل بچی۔ بٹ 26 سالہ حافظ قرآن بزنس مین۔ راجپوت 24 سالہ B.A اور BSc پچیاں۔ انصاری پچیاں 20، 24، 25 سالہ۔ ملک سکے زئی انجینئر لڑکا۔ ارائیں 35 سالہ۔ راجپوت ایم اے 28 سالہ 27 سالہ ایم اے اکناکس۔ 28 سالہ انصاری سینڈ میرج۔ 45 سالہ سینڈ میرج۔ 27 سالہ ایسوی ایٹ انجینئر لڑکا مغل۔ BSc لڑکی مغل 23 سال۔ بہت سے خوب صورت فنٹ، سینڈ میرج رشتے۔ ملک فخر

0300-0332-4466705 / 0321-7290929

## ضرورت رشتہ

رحمانی برادری کی دو شیرگان کے رشتے موجود ہیں۔ برسر روزگار حضرات کے والدین رابطہ کریں۔

(عبداللہ اظہر: 7192695-0322)

## ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

### اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل فوکلر خوب صورت اور مدلل سات اشتہار کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے:

رابطہ بذریعہ فون

صبح 7 بجے سے

10 بجے تک

①..... کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں!

②..... نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت!

③..... نماز، روزہ کے محمدی دائمی اوقات! ④..... اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام! ⑤..... سورۃ فاتحہ خلف الامام!

⑥..... نبی ﷺ سے آمین بالجہر کا ثبوت! ⑦..... اثبات رفع الیدین!

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے زیر انتظام مساجد و دینی مراکز میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔  
یہ اشتہارات مساجد و مراکز کی زینت اور مسائلِ حق کی ترویج کا بہترین و موثر ذریعہ ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔

(مولانا) محمد یسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور، پنجاب۔ پاکستان موبائل: 8556473-0333

حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کا

## فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد

عبدالرشید عراقی



مولانا ظفر علی خان سے ہوا اور اسی تعلق کی وجہ سے حکیم صاحب نے ملکی سیاسیات میں دلچسپی شروع کی۔ علی گڑھ کے زمانہ قیام میں حکیم صاحب کے برصغیر کی سیاسی، علمی اور ادبی شخصیات سے روابط پیدا ہوئے۔ ان لوگوں کی صحبت سے حکیم صاحب میں سیاسی شعور پیدا ہوا اور سیاسی میدان میں ان کا رشتہ مختلف رجحانات کے لوگوں سے رہا جس کی وجہ سے ان میں وسیع المشرقی کا ہونا ایک طبعی بات تھی۔

## فتنہ قادیانیت:

برصغیر میں مسلمانوں کے لیے قادیانیت بہت بڑا فتنہ تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے اور ان کے جذبہ جہاد کو ماند کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو استعمال کیا تاکہ اپنی حکومت کو مستحکم کیا جاسکے۔ اس حوالے سے اس نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جائے اور ان میں جذبہ جہاد ختم کرنے کی کوشش کی جائے، یہ قول شورش کا شمیری:

”انگریز نے یہ حربہ اختیار کرتے ہوئے اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تاکہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں گے۔ مجادلے کی جگہ مناظرے سے جہاد کا جذبہ مٹے گا۔ مسلمانوں کی کایا کلپ ہوگی۔ نتیجتاً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہوں گی۔“ (تحریک ختم نبوت، ص: ۱۳)

چنانچہ انگریز اس میں کافی حد تک کامیاب رہا۔ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس سلسلے میں استعمال کیا۔ مرزا قادیانی درجہ بہ درجہ پہلے مجدد، پھر مسیح موعود ہو گئے اور آخر میں نبی بن گئے اور یوں مرزا نے

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ حکیم صاحب مرحوم مذہبیات، اردو ادب، طب اور سیاست ملی میں بڑی بصیرت کے حامل تھے۔ حکیم صاحب کی شخصیت ہمہ گیر اور ہمہ صفت تھی۔ آپ ایک سحر بیان مقرر بھی تھے اور صاحب طرز اہل قلم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی فہم اور شعور بھی عطا کیا تھا۔ طب میں بھی ایک خاص مقام کے حامل تھے اور ان کا طبی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ زبان و قلم میں بلا کی شگفتگی تھی۔ آپ کی تقریروں میں علم و دردمندی، فکر و بصیرت اور تحقیق و کاوش کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دل آویزی نظر آتی تھی۔

حکیم صاحب مرحوم قدرت کی طرف سے بڑا اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند دل اور سنبھلا ہوا دماغ پایا۔ ذہانت و ذکاوت کے ساتھ حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ اردو ادب میں مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ ملی سیاسیات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس پر اپنی ناقدانہ رائے بھی رکھتے تھے۔ سیاسی اور غیر سیاسی تحریکات کے پس منظر سے واقف تھے۔

حکیم صاحب کی ذات گرامی قدیم صالح روایات کی حامل تھی اور گونا گوں خصوصیات و امتیازات کا مرقع۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ

مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم نے وزیر آباد مشن ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد طبیبہ کالج مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں داخلہ لیا۔ وزیر آباد میں زمانہ تعلیم کے دوران ان کا تعلق

جہاد کو منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔

حکیم صاحب کی قادیانیت کے خلاف خدمات:

حکیم عنایت اللہ نسیم کا تعلق دین سے شغف رکھنے والے خانوادے سے تھا، اسی سبب وہ اسلام کے سچے پیروکار اور محبت رسول میں نہال تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے مولانا ظفر علی خان کا دامن پکڑا کیونکہ وہ بھی سرتاپا محبت مصطفیٰ سے سرشار تھے، اس لیے وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے باغی اور دریدہ دہن کا ذب نبی کو کبھی معاف نہ کر سکتے تھے، جیسی تو قادیانیوں کے خلاف ان کی آواز بلند تھی۔ اپنی ایک تحریر میں تحریک قادیانیت کے بارے یوں گویا ہوئے ہیں:

”مرزا صاحب جب شرک فی التوحید، شرک فی الرسالة، توہین انبیاء، تکفیر مسلمین، تبیح جہاد، دعویٰ نبوت، تحریف فی القرآن والحديث کے مرتکب ہوئے۔ لہذا ایسا شخص نبی تو کیا مسلمان بھی نہیں ہوتا۔“

۱۹۳۲ء میں، جب ابھی حکیم صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نہیں گئے تھے، وزیر آباد میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور قادیانیوں میں مناظرہ ہوا تو حکیم صاحب نہ صرف اس مناظرے میں موجود تھے بلکہ مولانا ظفر علی خان کو کرم آباد سے لے کر آئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محبت دین اور محبت مصطفیٰ ﷺ کے سبب وہ شروع ہی سے قادیانیت کے خلاف تھے اور آگے چل کر اسے زندگی کا مشن بنالیا۔

حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنے زمانہ قیام علی گڑھ میں قادیانیت کی تردید میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا ظفر علی خان سے آپ کا تعلق خاص تھا۔ وہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل تھے اور وہاں آتے جاتے رہتے تھے اور قادیانی فتنے کے خلاف وہاں تقاریر کیا کرتے تھے۔ طبیبہ کالج علی گڑھ میں مرزائی اساتذہ کا غلبہ تھا۔ پرنسپل ڈاکٹر عطاء اللہ قادیانی تھا۔ حکیم نور الدین قادیانی کا بیٹا حکیم عبدالسلام عمر علی گڑھ میں تھا، اس لیے قادیانی آئے دن علی گڑھ میں تخریب کاری میں مصروف رہتے تھے۔

۱۹۳۴ء میں قادیانیوں نے مسلم عوام کو دھوکا دینے کے لیے سیرت کے نام پر یونیورسٹی کی لائل لاہری میں جلسہ عام کا اعلان کیا۔ اس

میں پروفیسر اے بی حلیم اور خواجہ غلام السیدین کے نام بھی شامل کیے گئے۔ اس زمانے میں علی گڑھ میں ۲۱ اکتوبر کو یوم تبلیغ کے طور پر منایا جاتا تھا۔ حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے یہ صورت حال دیکھی تو برداشت نہ کر سکے۔ دوستوں کو ساتھ ملا کر مجلس عمل بنائی اور مولانا ظفر علی خان کو علی گڑھ بلانے اور طلباء سے خطاب کا فیصلہ کیا۔ حکیم صاحب قادیانیوں کی کانفرنس رکوانے اور نبی آخر الزمان ﷺ کی سیرت طیبہ اور پیغام کو صحیح تناظر میں اُبھارنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ انگریز پرووائس چانسلر مسٹر باہم گھبرا گیا لیکن مسلمان طلباء کا ارادہ مصمم تھا۔ انھیں آفتاب ہال دینے سے انکار کر دیا گیا۔ طلباء نے پروانہ کی اور حکیم نسیم صاحب مولانا ظفر علی خان کو جلوس کی صورت لے آئے اور ہال پر قبضہ کر لیا۔ آفتاب ہال میں بغیر اجازت یہ دوسرا جلسہ تھا، اس سے قبل مولانا محمد علی جوہر نے بغیر اجازت تقریر کی تھی۔

شورش کاشمیری اس تقریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

”انھی دنوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیبہ کالج میں مرزائی اساتذہ کا غلبہ تھا۔ خود پرنسپل ڈاکٹر بٹ قادیانی تھا اور جن جن مرزائی جمع کر رہا تھا۔ حکیم نور الدین کا بیٹا حکیم عبدالسلام عمر بھی وہاں تھا۔ اس کے متعلق ”الفضل“ میں لکھا گیا کہ وہ علی گڑھ کو اس طرح فتح کرے گا جس طرح طارق نے ہسپانیہ پر قبضہ کیا تھا۔ مولانا ظفر علی خان کی تحریک علی گڑھ پہنچ چکی تھی۔ ان دنوں طلباء کے روح رواں شریف چشتی، انوار صدیقی، نسیم سوہدروی، سردار وکیل خان، عمران القادری اور بعض دوسرے نوجوان تھے۔ انھوں نے مولانا کو لاہور سے بلوانے کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے یونین کا سیکرٹری دعوت نامہ لے کر لاہور پہنچا۔ ۲۶ نومبر ۱۹۳۴ء کو مولانا علی گڑھ تشریف لے گئے۔ ان کا ریلوے اسٹیشن پر زبردست استقبال کیا گیا۔ اس رات یونیورسٹی ہال میں جلسہ ہوا۔ مولانا نے قادیانیت کا پول کھولا اور ارباب بست و کشاد کو طبیبہ کالج میں مرزائی غلبہ کی دھاندلی پر لتاڑا۔ مولانا کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ یونیورسٹی کے ارباب کار فتنہ مرزائیت سے واقف ہو گئے۔ قادیانیوں کی آئندہ بھرتی روک دی گئی اور علی گڑھ کے طلباء میں قادیانی ایک گالی ہو گئے۔“ (جاری ہے)

## تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

۲: دوسرا باب چھ احادیث پر مشتمل ہے جن پر صحت و ضعف کا حکم لگایا گیا ہے۔

۳: تیسرا باب تین متفرق عناوین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱: علوم الحدیث

۱- حسن لغیرہ .

۲- التحقیق والتنقیح فی مسئلۃ التذلیس .

۳- محدثین اور مسئلہ تذلیس .

۴- زیادة الثقة اور ((وإذا قرأ فأنصتوا)) کا حکم۔

۵- زیادة الثقة اور ((وإذا قرأ فأنصتوا)) کی تصحیح کی حقیقت۔

۶- ”صححه الحاكم ووافقه الذهبي“ کا تحقیقی جائزہ۔

۲: تحقیق الاحادیث

۷- احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی۔

۸- حدیث القہقہ اور امام ابوحنیفہ۔

۹- حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام (حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تحقیق)

۱۰- حدیث المضمضة اور حافظ دولابی۔

۱۱- اہل میت کی طرف سے کھانا اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ۔

۱۲- داڑھی کا خلال اور حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

۳: متفرقات

۱۳- حافظ ابو بشار الدولابی رضی اللہ عنہ۔

۱۴- تورک کا محل۔

مقالات اثریہ

تالیف: محمد خبیب احمد

صفحات: ۶۷۲

ناشر: ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد

تبصرہ نگار: سید انور بن شاہ راشدی سندھی

محترم خبیب احمد صاحب رحمہ اللہ علمی حلقوں کی معروف شخصیت ہیں۔

اصول حدیث ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ سے

اس موضوع پر ان کے مضامین رسائل کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

یہ کتاب ”مقالات اثریہ“ ادارۃ العلوم الاثریہ (منگمری بازار، فیصل

آباد) سے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ معنوی اور تحقیقی حسن کے

ساتھ ساتھ طبعاتی زیب و زینت نے اس کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔

یہ مقالات دراصل موصوف کے ان علمی مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً

رسائل و جرائد میں موقع کی مناسبت سے شائع ہوتے رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب کا پیش لفظ محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ نے

تحریر فرمایا ہے۔ مقالات اور صاحب مقالات کے متعلق بالکل بجا فرمایا:

”یہ مقالات خالص علمی اور فنی مباحث پر مشتمل ہیں جن سے

طلبائے علم ہی نہیں علمائے کرام بھی مستفید ہوں گے اور بہت

سی بندر گاہیں کھلیں گی۔ جناب خبیب صاحب میدان تحقیق

کے شناور ہیں۔ ان سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔“

کتاب پر مقدمہ فاضل مصنف نے خود تحریر کیا ہے جس میں

اصول حدیث اور اس پر لکھی گئی کتب کی مختصر تاریخ ذکر کی ہے۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے:

۱: پہلا باب اصول حدیث کے متعلق ہے۔



۱۵۔ تقلید کی نئی دلیل۔ دارالعلوم دیوبند کے استاد الحدیث کی دور کی کوڑی۔

عام تحریروں کے برعکس ”مقالات اثریہ“ میں قارئین کو محدثانہ رنگ نظر آئے گا۔ اگرچہ اس میں کافی مضامین تنقیدی ہیں مگر یہ مقالات تنقید برائے تنقید سے نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح سے لبریز ہیں۔

ویسے تو اس کتاب کے تمام مقالات اہم عناوین پر مشتمل ہیں مگر تین مقالات بڑے ممتاز ہیں: حسن لغیرہ، مسئلۃ التدلّیس باعتبار رقلته وکثرته، زیادة الثقة۔ ان میں مسئلۃ تدلیس کے حوالے سے محترم خبیب صاحب دوسرے صاحب علم ہیں جنہوں نے پاکستان میں ہمارے جد امجد سید محبت اللہ شاہ راشدی کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ فاضل مصنف کے ان مقالات سے کسی کی توہین یا کمتری مقصود نہیں بلکہ مطلوب اظہار والیضاح حق ہے جس کا ہر کوئی استحقاق رکھتا ہے اور یہ کام کوئی نیا نہیں ہے۔ ہم تمام اہل علم کے قدردان ہیں اور ان سے ہمیں بے حد محبت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی ﷺ کی خانگی زندگی

تالیف: مولانا خاور رشید بٹ

ضخامت: ۵۰ صفحات

ناشر: ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

جناب رسالت مآب حضرت محمد کریم ﷺ کی خانگی زندگی کی بیشتر حکمتیں تھیں۔ شارع علیہ کی زندگی سراسر رب کریم جل جلالہ کی تعلیم اور پسندیدہ دین اسلام کی تبلیغ تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں نکاح بھی کیے تو ان کا مقصد بھی اسلام کی نشر و اشاعت اور مخالف اسلام پروپیگنڈے کا تدارک تھا۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جناب نبی کریم ﷺ کی صداقت و دیانت سے جب متاثر ہوئیں تو آپ ﷺ سے شادی کا ارادہ فرمایا۔ جب تک زندہ رہیں حضور ختمی مرتبت ﷺ

نے دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے جتنے بھی نکاح فرمائے۔ ان سب امہات المؤمنین میں صرف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باکرہ تھیں۔ ان کے علاوہ سب کی سب بیوہ تھیں۔ بعض حسب و نسب کے لحاظ سے اونچے درجے سے تھیں اور بڑے بڑے سرداران کی بیٹیاں تھیں۔ جناب ام حبیبہ، جناب حفصہ، جناب صفیہ بنت جحش بن اخطب، جناب زینب، جناب سودہ بنت زمعہ، جناب ام سلمہ، جناب میمونہ، جناب جویریہ بنت حارث، جناب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ نے نکاح فرمایا۔ تمام امہات المؤمنین بڑے بڑے سرداران عرب کی بیٹیاں تھیں۔ ام حبیبہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ابوامیہ کی بیٹی ام سلمیٰ تھیں۔ وہ بھی عقد رسالت مآب میں آئیں۔ اسی طرح دیگر امہات المؤمنین بھی تھیں۔

اس گئے گزرے دور میں بعض لوگ حضور ﷺ کی خانگی زندگی پر اعتراضات کرتے ہیں۔ اس مختصر رسالے میں مؤلف نے ان کا مدلل و مسکت جواب دیا ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ یہ مفید رسالہ فوائد، حکمتیں اور شبہات کے ازالے کے لیے حضور ﷺ کی خانگی زندگی کے اعتراضات دور کرنے میں مدد و معاون ہے۔ عبدالوارث گل صاحب نے یہ پمفلٹ ادارہ حقوق الناس ویلفیئر لاہور کے زیر اہتمام شائع کرایا ہے۔ اس ادارے کا تعارف صفحہ ۴۸ پر درج ہے۔

فتاویٰ افکار اسلامی

مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کابلوی

ضخامت: ۶۴۶ صفحات

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شریعت اسلامیہ کا فہم و ادراک ہر مسلم مرد و عورت کی ذمہ داری ہے۔ زندگی میں پیش آمدہ مسائل سے ہر انسان گزرتا ہے۔ قدم قدم پر راہنمائی کے لیے اللہ کریم نے اپنے آخری پیغمبر حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے آخری دین اسلام نازل فرمایا۔ شریعت اسلامیہ میں



ہمارے ہر دکھ و درد کی دوا موجود ہے۔

دور رسالت کے بعد بے شمار محدثین، علمائے مفسرین، فقہائے عظام اور علمائے شریعت موجود رہے۔ اپنے اپنے عہد میں انھوں نے تحریری، تقریری، تصنیفی و تالیفی خدمات سرانجام دیں۔

زیر تبصرہ ”فتاویٰ افکار اسلامی“ ۳۱۰ سوالات کے جوابات پر مبنی بھی عامۃ الناس کی شرعی راہنمائی کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلام آباد سے جاری مجلہ التوحید میں یہ سلسلہ وار شائع ہونے والا فتاویٰ ایک نئی سچ، صحیح، ترتیب، اور تخریج کے مراحل طے کر کے جید و ممتاز علمائے کرام و مفتیان عظام کی نظر ثانی کے بعد شائع کرنے کی سعادت مکتبہ اسلامیہ کے ڈائریکٹر محترم محمد سرور عاصم رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی جنھوں نے اپنے ذوق طباعت و اشاعت کا خوب مظاہرہ کیا اور یہ فتاویٰ بڑے خوب صورت، مجلد اور اعلیٰ کاغذ پر شائع کیا۔

جماعت اہل حدیث پر اللہ کریم کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس جماعت کو اللہ نے علم فقہ و شرح اسلام کا وسیع فہم اور بصیرت عطا فرمائی اور علمائے کرام کی کثیر تعداد سے نوازا۔ اب تک بیشتر فتاویٰ جات مرتب و شائع ہو چکے ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ اہل حدیث، فتاویٰ علمائے اہل حدیث، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، فتاویٰ صراط مستقیم، احکام و مسائل وغیرہم۔ اعلیٰ درجے کے فتوے موجود ہیں۔ اب الحمد للہ تفسیر القرآن، فقہ، الحدیث، توحید رب العالمین، سنت اور بدعت، رسالت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اذان، مسجد، جمعہ و جماعت، پنجگانہ، عیدین، رمضان المبارک، حدود و تعزیرات، شکار، قربانی وغیرہ کے مسائل اور ان کا عام فہم، شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق حل پر مبنی ”فتاویٰ افکار اسلامی“ بھی ایک خاصے کی چیز ہے جو جدید و قدیم سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے۔

اس کتاب کا مقدمہ استاد العلماء مفتی حافظ عبدالستار رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔ مفتی مبشر احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی تقدیم اور سپاس نامہ مرتب فتاویٰ ہذا حافظ شہباز حسن کا ہے۔ مولانا ارشد کمال صاحب نے تخریج کا فریضہ ادا کیا ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس فتاویٰ کو قبول عام حاصل ہو اور عامۃ الناس و المسلمین اس سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ اللہ کریم ناشر و مصنف کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن صاحب شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں لیکچرار ہیں۔ انھوں نے اس فتاویٰ کو مرتب کر کے ایک قابل تحسین خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ انھیں اجر جزیل سے نوازے، آمین۔

### دعائے صحت

محترم مولانا قاری محمد طیب بھٹوی صاحب سرفراز کالونی گوجرانوالہ کمر کے مہروں کے درد کے باعث علیل ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔ شکریہ!

### ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔

- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔

- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداه معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

طبع اول (۱۹۵۶ء)  
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

## حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ سائز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔ اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

قیمت 360 روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ ○ عمدہ سفید کاغذ ○ چار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

### الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمد للہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 65 ویں منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی و فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درس حدیث، علوم و معارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات و خواتین، مساجد و مدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرع تعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ”الاعتصام“ بڑا امداد و معاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب وسنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱۔ شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰)

## نغمہ بیداری

بیدار ہو اے قومِ مسلم! غفلت کی ردا کو دور ہٹا  
چھائی ہوئی ہے اس دنیا پر بے دینی کی تاریک گھٹا  
احکامِ خدا کے ہوتے ہوئے قبروں کی پرستش ہوتی ہے  
اس ظلمتِ شرک و بدعت میں آ پھر شمعِ ایمان جلا  
میدانِ عمل میں داخل ہو، یہ وقت نہیں ہے سونے کا  
تُو بازوئے زورِ حیدر ہے کردار کی اب قوت دکھلا  
جو دین پہ اپنی کم علمی کے باعث حملے کرتے ہیں  
یہ عقل و خرد سے عاری ہیں، بے چاروں کو آداب سکھا  
اسلامِ خدائی مذہب ہے اسلام ہی دینِ فطرت ہے  
تُو اس کا مفسر ہے، سب کو اس مذہب کے نکتے سمجھا  
ہر آن ہو اے مردِ مسلم! تبلیغِ شریعت شیوہ ترا  
تجھ پہ جو فریضہ عائد ہے تُو اس کو ادا کر کے دکھلا  
تُو اپنے کو مسلم کہتا ہے، تیرے لیے لازم ہے شاہد  
اللہ کی اس دنیا میں نکل اور روشنیِ ایمان پھیلا

(شاہد اثری)